اسلامیانِ پاک و ہند کا اہم عربی تذکرہ

نزہۃ الخواطر

کا

علمی و تحقیقی جائزہ

پیرزادہ عابد حسین شاہ

مسلم کتابوی لاہور

التعریف بکتاب: نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر

اسلامیان پاک و ہند کے اہم عربی تذکرہ پر

مشتمل کتاب

"نزهة الخواطر"

کا علمی و تحقیقی جائزہ

پیرزادہ عابد حسین شاہ

مسلم کتابوی، لاہور

نام کتاب	:	"نزهة الخواطر" کا علمی و تحقیقی جائزہ
تالیف	:	پیرزادہ عابد حسین شاہ صاحب
اشاعت اوّل	:	۱۴۳۸ھ/2016ء
صفحات	:	96
ناشر	:	مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، لاہور
قیمت	:	100 روپے

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

042-37225605

الاھداء

تحریک اصلاح ندوۃ العلماء

میں حصہ لینے والے

ہر فرد کے

نام

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: نزھة الخواطر و بھجة المسامع والنواظر

دوسرا نام: الاعلام بمن فی تاریخ الھند من الاعلام

مصنفین: علامہ عبدالحئی ندوی لکھنوی و علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی لکھنوی

پہلی کمپیوٹر اشاعت: ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

ضخامت: آٹھ اجزاء، تین جلد، کل صفحات ۱۵۰۸

فہرس کتابیات: پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال انصاری ندوی

ناشر: دار ابن حزم بیروت لبنان

اسلامیان پاک و ہند کے احوال پر اہم عربی کتب

''نزهة الخواطر'' کے تعارف پر قلم بڑھانے سے قبل مناسب و مفید ہوگا کہ برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش میں اسلام سے وابستہ مشاہیر کے حالات پر عربی زبان میں لکھی گئی اہم کتب کے نام قارئین کی نذر کیے جائیں۔ نیز اسلامی دنیا کے مشاہیر کے احوال پر دیگر کتب جن میں اس خطہ کی شخصیات کے حالات بھی آ گئے ہیں۔

۱۔ شیخ جمال الدین محمد بن عبدالرحمٰن باجمال (وفات ۱۰۱۹ھ/ ۱۵۹۸ء) جنوبی یمن کے علامہ حضر موت کے باشندہ اور وہیں وفات پائی۔ شافعی عالم، ادیب و شاعر اور حضر موت کے مختلف مقامات میں قاضی تعینات رہے۔ ۹۷۳ء سے ۹۷۴ھ تک ہندوستان کا سفر کیا جس دوران صوبہ گجرات کے شہر احمد آباد وغیرہ میں مقیم رہے۔

شیخ جمال الدین نے ایک کتاب تین جلدوں میں تصنیف کی اور ہر جلد کا الگ نام تجویز کیا۔ پہلی جلد ''مواهب الرؤوف فی مناقب الشیخ العارف باللّٰه معروف بن عبداللّٰه بن احمد المؤذن جمال '' نام سے اور اس میں اپنے استاذ شیخ معروف باجمال (وفات ۹۶۹ھ/ ۱۵۶۲ء) کے احوال درج کیے۔ دوسری جلد کو اپنے استاذ صاحب درود تاج قطب ربانی شیخ سید ابوبکر بن سالم باعلوی حضرمی تریمی (وفات ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء) کے مناقب پر مختص کر کے ''بلوغ الظفر و المغانم فی مناقب الشیخ ابی بکر بن سالم '' نام دیا۔ جبکہ تیسری جلد ''الدر الفاخر فی اعیان القرن العاشر '' نام سے موسوم کی۔

آخر الذکر حصہ یعنی ''الدر الفاخر فی اعیان القرن العاشر '' پر ڈاکٹر محمد

یسلم عبدالنور (پیدائش ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء) نے تحقیق انجام دی اور تریم للدراسات و النشر تریم نے پہلی بار ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں ۲۲۰ صفحات پر شائع کی اور اس میں شیخ معروف جمال کے یمنی اساتذہ و معاصرین، مرد و خواتین کے حالات درج، جن کی تعداد ۸۳ سے زائد ہے۔ اس میں خطۂ ہند سے تعلق رکھنے والی محض دو شخصیات کے احوال آگئے ہیں لیکن اس پہلو سے اہم ہیں کہ ایک عرب معاصر کے قلم بند کردہ ہیں۔ ان میں ایک شخصیت شیخ محمد بن عمر بحرق (وفات ۹۳۰ھ/۱۵۲۴ء) ہیں جو حضر موت سے ہی ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور شافعی عالم و مصنف تھے، احمد آباد شہر میں مزار ہے۔ دوسرے شیخ بن عبداللہ عیدروس (وفات ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء) جو حضر موت کے شہر تریم سے ہجرت کر کے احمد آباد آئے وہیں مزار واقع ہے۔

۲۔ مشاہیر پاک و ہند کے احوال پر اولین اہم کتاب ''النور السافر عن اخبار القرن العاشر'' ہے جس کے مصنف شیخ سید عبدالقادر بن شیخ عیدروس (وفات ۱۰۳۸ھ/ ۱۶۲۸ء) بھی حضر موت یمن میں پیدا ہوئے اور احمد آباد ہجرت کی وہیں مزار واقع ہے۔ اور دسویں صدی ہجری کے عرب و عجم کے مشاہیر کے احوال پر یہ کتاب ۱۰۱۲ھ میں مکمل کی، جو پہلی بار ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء میں بغداد سے ۵۰۸ صفحات پر چھپی۔ اور اب تین محققین ڈاکٹر احمد حالو، محمود ارناوط، اکرم بوشی نے اس پر تحقیق انجام دی جسے دار صادر، بیروت نے دوسری بار ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء میں ۶۶۳ صفحات پر شائع کیا، اس میں خطہ ہند کی متعدد اہم شخصیات کے احوال شامل ہیں۔

۳۔ النور السافر پر شیخ سید محمد بن ابی بکر شلی (وفات ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء) نے ذیل و تکملہ لکھا اور ''السناء الباھر بتکمیل النور السافر فی اخبار القرن العاشر'' نام دیا جس پر شمالی یمن کے محقق ابراہیم بن احمد مقحفی نے تحقیق انجام دی اور یہ پہلی بار ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء میں مکتبۃ الارشاد، صنعاء یمن نے ۲۵۶ صفحات پر شائع کی۔

یہ دسویں صدی ہجری کے اُن مشاہیر عرب و ہند کا تذکرہ ہے جن کے حالات النور السافر میں نہیں آسکے تھے۔ چنانچہ تقریباً بارہ مسلم مشاہیر ہند کے احوال بھی آگئے ہیں۔ اس کے مصنف حضرموت کے علمی وروحانی شہر تریم میں پیدا ہوئے، ہندوستان کا سفر کیا اور مکہ مکرمہ میں وفات پائی وہ شافعی عالم واپنے دور کے اہم مؤرخ تھے۔

۴۔ شیخ ضیاء الدین مصطفیٰ بن فتح اللہ حموی مکی (وفات ۱۱۲۳ھ/ ۱۷۱۱ء) جو شام کے شہر حماہ کے باشندہ لیکن مصر میں پیدا ہوئے اور دمشق، مکہ مکرمہ مقیم رہے اور یمن کے مقام الذمار بقول دیگر مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ شافعی عالم، ادیب وشاعر نیز اہم مؤرخ تھے اور گیارہویں صدی ہجری کی اسلامی دنیا کے مشاہیر عرب وعجم کے احوال پر ضخیم کتاب ''فوائد الارتحال و نتائج السفر فی اخبار القرن الحادی عشر'' لکھی جو عبداللہ محمد الکندری کی تحقیق کے ساتھ پہلی بار ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء میں چھ جلد کے ۳۵۶۶ صفحات پر دار النوادر، دمشق وبیروت سے شائع ہوئی اور یہ تقریباً ایک ہزار سات سو دس (۱۷۱۰) شخصیات کا تذکرہ، جن میں خطہ ہند سے تعلق رکھنے والے سینتالیس مشاہیر اسلام کے احوال شامل ہیں۔ معلوم رہے اس کتاب پر محقق عبداللہ کندری کا کام ناقص وغیر معیاری ہے۔

۵۔ سبحان الھند مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی (وفات ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۶ء) کی ''سبحۃ المرجان فی آثار ھندستان'' اس سلسلہ سیر وتراجم میں انتہائی اہم اولیں کتب میں سے ہے۔ جو مدینہ منورہ کے شیخ امین بن حسن حلوانی (وفات ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء تقریباً) کی سعی واہتمام سے پہلی بار ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء میں بمبئی سے ۲۹۸ صفحات پر چھپی پھر ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن سیوانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں علی گڑھ سے دو جلد کے ۳۳۲ صفحات پر شائع ہوئی۔ اب کوفہ عراق کے ڈاکٹر محمد سعید طریحی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء میں دار الرافدین بیروت نے ۴۷۲

صفحات پر شائع کی۔اس کی دوسری فصل میں چھپالیس علماء کے احوال ہیں۔

۶۔صاحب کتاب تاج العروس وشارح احیاء علوم الدین مولانا حافظ سید محمد مرتضیٰ زبیدی (وفات ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۱ء) جو ہندوستان کے شہر بلگرام میں پیدا ہوئے اور یمن کے شہر زبید پھر حجاز مقدس کے شہر طائف مقیم رہے۔ بعدازاں قاہرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔قاہرہ قیام کے دوران اپنے اساتذہ ومشائخ نیز معاصرین اور بعض شاگردوں کے احوال پر "المعجم المختص" تالیف کی۔ یہ کتاب پہلی بار نظام محمد صالح یعقوبی اور محمد بن ناصر عجمی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء میں دار البشائر الاسلامیة بیروت نے ایک جلد کے ۹۲۸ صفحات پر شائع کی۔علاوہ ازیں محمد عدنان بخیت (پیدائش ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۱ء) اور نوفان رجا سواریہ (وفات ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء) نے تحقیق انجام دی جو پہلی بار ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء میں مرکز شاہ فیصل ریاض نے دو جلد کے ۹۹۲ صفحات پر طبع کرائی ۔ یہ ۶۴۲ شخصیات کا تذکرہ ہے جن میں خطہ ہند سے تعلق رکھنے والی شخصیات کی تعداد محض تین ہے۔

۷۔شیخ احمد بن محمد انصاری شروانی (وفات ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) یمن کے باشندہ تھے اور ہجرت کر کے کلکتہ مقیم رہے پونہ شہر میں وفات پائی۔اپنے دور کے مشہور ادیب اور متعدد تصانیف ہیں جن میں سے بعض یہاں کے دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہیں۔انہوں نے عربی زبان کے متاخرین ادباء عرب وعجم کے احوال ونمونہ کلام پر کتاب "حديقة الافراح لازاحة الاتراح" تالیف کی جو پہلی بار ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء میں کلکتہ سے اور پھر کلکتہ وقاہرہ سے بارہا چھپی ۔اب ناصر محمدی محمد جاد نے تحقیق انجام دی اور ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء میں دار الیقین منصورہ مصر نے ایک جلد کے سات سو صفحات پر شائع کی،اس کے چھٹے باب میں خطہ ہند کے بیس علماء وادباء کا ذکر آگیا ہے۔

۸۔مولانا محمد مہدی علی واصف مدراسی (وفات ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء) نے

حیدر آباد و مدراس کے معاصر علماء کرام کے احوال پر ”حدیقة المرام فی تذکرة العلماء الاعلام“ لکھی جو ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں مطبع مظہر العجائب مدراس سے چھپی، اور ڈاکٹر سید معین الحق (وفات ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) نے ۱۹۶۱ء میں لکھا کہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی مزید حواشی وتعلیقات کے ساتھ اس تذکرہ کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔(۱) لیکن تا حال یہ دوبارہ شائع نہیں ہوئی اور ۶۴ صفحات پر مطبوع دو سو سے زائد علماء کرام کے مختصر حالات پر مبنی ہے جبکہ افسوس ہے کہ خود مصنف کے حالات اُردو عربی کے متداول تذکروں میں دستیاب نہیں۔

۹۔ والی ریاست بھوپال نواب صدیق حسن خان قنوجی (وفات ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) کی ”ابجد العلوم“ پہلی بار ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء سے ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء کے دوران مرحلہ وار تین اجزاء کے ۹۸۲ صفحات پر بھوپال سے چھپی۔ پھر مکتبہ قدوسیہ لاہور، بعدازاں دارالکتب علمیہ بیروت نے شائع کی۔ اب کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ دار ابن حزم بیروت نے ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء میں تینوں حصے یک جلد کے ۷۱۶ صفحات پر طبع کرائی۔ کتاب کا بنیادی موضوع تو علوم کا تعارف ہے لیکن تیسرے حصہ کے آخری صفحات پر مختلف ادوار کے چند مشاہیر علماء ہند کے حالات دیئے گئے ہیں۔

۱۰۔ لکھنؤ میں واقع علاقہ فرنگی محل کے علماء کے احوال پر وہاں کے مولانا محمد قیام الدین عبدالباری بن عبدالوہاب فرنگی محلی (وفات ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء) نے ”آثار الاول من علماء فرنگی محل“ لکھی جو ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں مطبع مجتبائی لکھنؤ سے چھپی۔

۱۱۔ مولانا عبدالستار بن عبدالوہاب دہلوی مکی (وفات ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء) جن کے والد دہلی سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جا بسے اور آپ وہیں پیدا ہوئے نیز وفات پائی۔ انہوں نے تیرہویں و چودھویں صدی ہجری کی اسلامی دنیا کے مشاہیر کے

احوال پر ''فیض الملک الوهاب المتعالی بانباء اوائل القرن الثالث عشر والتوالی ''لکھی۔ جس پر مکہ مکرمہ کے ڈاکٹر عبدالملک بن عبداللہ دھیش (وفات ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء) نے تحقیق انجام دی اور مکتبہ اسدی مکہ مکرمہ نے پہلی بار ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں تین جلد کے دو ہزار چار سو صفحات پر شائع کی۔ اس کے مختلف مقامات پر تقریباً ایک سو بیس علماء ہند کے حالات درج ہیں۔

۱۲۔ مشہور فقیہ مولانا محمد عبدالحئی بن عبدالحلیم لکھنوی فرنگی محلی (وفات ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء) نے بھی علماء فرنگی محل کے احوال پر ''خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنگی محل ''لکھی جسے مکمل نہیں کر پائے۔ (۲) ان کے شاگرد عزیز مولانا محمد عبدالباقی بن محمد معین لکھنوی فرنگی محلی (وفات ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء) جو وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے، انہوں نے اسے مکمل کیا جس کا قلمی نسخہ مکتبہ حرم مکہ مکرمہ میں زیر نمبر ۵۷۷/۲ تراجم محفوظ جو ۳۶ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نام ''التاج المکلل من جواهر تراجم علماء فرنگی محل ''ہے (۳) تا حال شائع نہیں ہوئی۔

اسلامیان پاک و ہند کے مشاہیر کے احوال سے متعلق مذکورہ بالا بارہ کتب ''نزهة الخواطر'' سے قبل لکھی گئیں۔

۱۳۔ دمشق کے مشہور محقق و سفارت کار خیر الدین بن محمود زِرِکلی (وفات ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) نے قدیم و جدید ادوار کی اسلامی دنیا نیز مستشرقین کے احوال پر '' الاعلام، قاموس تراجم لاشهر الرجال و النساء من العرب و المستعربین والمستشرقین ''تالیف کی جو پہلی بار ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء میں تین جلد کے ۱۱۸۷ صفحات پر چھپی۔ پھر مصنف نے اضافات جاری رکھے اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء میں سترہویں بار بڑے حجم کی آٹھ ضخیم جلدوں کے ۲۶۲۷ صفحات پر دار العلم

للملایین بیروت نے شائع کی اور ہزاروں مشاہیر کے اس اہم تذکرہ میں یہاں کی تقریباً ایک سو ساٹھ شخصیات کے احوال آ گئے ہیں۔

۱۴۔ اعظم گڑھ ہندوستان کے علامہ عبدالحفیظ بن محمد حسن المعروف بہ قاضی اطہر مبارک پوری (وفات ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء) کی ''رجال السند و الھند الی القرن السابع'' پہلی بار ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء میں بمبئی سے ۳۲۸ صفحات پر چھپی۔ پھر مصنف نے مزید شخصیات کے احوال شامل کیے اور دوسری بار ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں دار الانصار قاہرہ نے ۵۸۸ صفحات پر شائع کی۔ اس میں سرزمین ہند پر تشریف لانے والے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور آمد اسلام سے ساتویں صدی ہجری کے خاتمہ تک مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلم مشاہیر ہند کے حالات درج ہیں۔

۱۵۔ دمشق کے ہی نامور محقق عمر بن رضا کحالہ (وفات ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء) نے عربی زبان میں تصنیفات یادگار چھوڑنے والے دنیا بھر کے افراد کے احوال پر عظیم کتاب ''معجم المؤلفین'' تالیف و مرتب کی جو ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء میں مکمل کی اور پہلی بار ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء کے دوران بتدریج پندرہ اجزاء میں شائع ہوئی۔ بعدازاں اس میں اضافہ کیا اور بارہا چھپی تا آنکہ تمام اضافات سمیت کمپیوٹر کمپوزنگ سے آراستہ پہلی بار ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء میں مؤسسة الرسالة بیروت نے چار جلد کے ۳۰۵۴ صفحات پر پیش کی جس میں اٹھارہ ہزار سے زائد مصنفین کے احوال و آثار کا ذکر ہے۔ یوں موضوع کی مناسبت سے مختلف جلدوں میں برصغیر کی متعدد شخصیات کے حالات بھی مطالعہ کیے جا سکتے ہیں۔

۱۶۔ مولانا غلام مہر علی گولڑوی (وفات ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء) کی ''الیواقیت المھریة'' پہلی بار ۱۹۶۴ء میں مکتبہ مہریہ منڈی چشتیاں بہاولنگر نے شائع کی۔ یوں تو

یہ ”الشورة الهندية“ نامی کتاب کی شرح ہے لیکن ضمناً تیرھویں و چودھویں صدی ہجری کے متعدد علماء و تحریک آزادی ہند کے رہنماؤں کے حالات آ گئے ہیں۔

۱۷۔ شیخ سید یونس بن ابراہیم سامرائی (وفات ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء) جو عراق کے شہر سامراء میں پیدا ہوئے اور بغداد میں وفات پائی۔ پاک و ہند کے متعدد سفر کیے اور اس موضوع پر تین تصانیف یادگار ہیں۔

فتوحات ہند و سندھ میں شامل ہونے والے عرب مشاہیر کے تعارف پر ”اعلام العرب الفاتحون فی شبه القارة الهندية“ جو پہلی بار ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۶ء میں الدار العربية للموسوعات بیروت نے ۲۱۲ صفحات پر شائع کی۔

۱۸۔ شیخ یونس سامرائی کی دوسری کتاب ہندوستان کے عربی النسل بادشاہوں، امراء و دیگر حکام کا تذکرہ اور ”ملوك و امراء العرب فی شبه القارة الهندية“ نام سے ۱۹۸۵ء میں بغداد سے ۱۷۶ صفحات پر چھپی۔

۱۹۔ اور تیسری کتاب ”علماء العرب فی شبه القارة الهندية“ وزارت اوقاف بغداد نے ۱۹۸۶ء میں پہلی بار ۹۲۷ صفحات پر شائع کی جو ساتویں سے چودھویں صدی ہجری کے دوران خطہ ہند پر جنم لینے والے عربی النسل ۴۶۷ علماء کا تذکرہ ہے۔

۲۰۔ لکھنؤ کے شیعہ عالم علی نقی بن ابی الحسن نقوی (وفات ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء) نے ”تاریخ مشاهیر علماء الهند“ تالیف کی، جس کا قلمی نسخہ عراق کے شہر نجف اشرف میں واقع ذخیرہ محمد صادق بحر العلوم میں زیر نمبر ۴/ ۴۷ بعنوان ”رسالة شريفة فی تراجم مشاهیر علماء الهند“ محفوظ اور یہ ۵۳ علماء ہند کا تذکرہ ہے۔ جبکہ یہ نسخہ خود محمد صادق بحر العلوم (وفات ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء) نے ربیع الاوّل ۱۳۵۰ھ میں کتابت کیا۔ (۴)

۲۱۔ حیدر آباد دکن کے عبد الماجد غوری ندوی (پیدائش ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) کی "اعلام المحدثین فی الھند فی القرن الرابع عشر الھجری و آثار ھم فی الحدیث وعلومه"، پہلی بار دار ابن کثیر دمشق و بیروت نے ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں ۷۶ا صفحات پر شائع کی اور یہ چودھویں صدی ہجری کے سات علماء کے مفصل تعارف پر مبنی ہے۔

۲۲۔ عراق کے شہر کوفہ کے شیعہ محقق محمد سعید طریحی (پیدائش ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) جو ہالینڈ میں مقیم ہیں اور ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں بمبئی وغیرہ مقامات کے اسفار کر کے مواد جمع کیا پھر کتاب "اعلام الھند" تالیف کی جو پہلی بار ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء میں مؤسسة البلاغ بیروت نے دو جلد کے ۱۴۷۲ صفحات پر شائع کی۔ گو مصنف نے واضح طور پر نہیں بتایا کہ یہ شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے مشاہیر کا تذکرہ ہے۔ اس میں علماء، ادباء، شعراء، حکام و امراء، غرضیکہ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے قدیم و جدید ادوار کے مرد و خواتین کے حالات درج، جن کی تعداد ۸۱۶ ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ فقط شیعہ مشاہیر کا تذکرہ ہے لیکن مصنف نے بعض ایسی شخصیات جنہوں نے اہل بیت کی مدح میں اشعار موزوں کیے انہیں بھی شیعہ خیال کر کے تذکرہ میں جگہ دی، نام یہ ہیں: مولانا الطاف حسین حالی، مولانا حسن رضا خان بریلوی، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی، حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی کے داماد و خلیفہ شیخ العجم فخر الدین عراقی، آفتاب پنجاب مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی، نیز بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے حالات بیس سے زائد صفحات پر درج کیے اور بتایا کہ آغا خانی اسماعیلی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ لیکن خلاف معمول ایک طویل تحریر میں یہ ذکر نہیں کیا کہ قائد اعظم کا دوسرا نکاح کس عالم نے منعقد کیا اور نماز جنازہ کس نے ادا کی تاکہ قائد اعظم کے اپنے عقائد و افکار پر روشنی پڑتی۔

محمد سعید طریحی نے مواد جمع کرنے کے لئے تو پورا ہندوستان گھوم لیا لیکن کتاب مرتب وتالیف کرنے میں عجلت سے کام لیا اور حالات مدون کرنے میں بھاگ دوڑ کی کیفیت قاری پر نمایاں ہوتی ہے۔ مصادر کی مفصل فہرست بھی آخر میں پیش نہیں کی۔

۲۳۔ انیسویں وبیسویں صدی عیسوی کے دوران پورے کرہ ارض پر عربی اشعار موزوں کرنے والی شخصیات کے تعارف ونمونہ کلام پر مبنی کتاب "**معجم البابطین لشعراء العربیة فی القرن التاسع عشر و العشرین**" پہلی بار ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں **مؤسسة جائزة عبدالعزیز سعود البابطین للابداع الشعری،** کویت نے پچیس ضخیم جلدوں کے اٹھارہ ہزار سے زائد صفحات پر شائع کی جو پانچ سو کے قریب افراد نے مل کر تصنیف ومرتب کی اور آٹھ ہزار سے زائد شعراء کا تذکرہ ہے جن میں ایک سو سے زائد پاک وہند کے باشندے ہیں۔

۲۴۔ ہندوستان کے صوبہ مالابار (کیرالا) کے پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی ازھری (وفات ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء) نے "**شخصیات اسلامیة من الھند**" تالیف کی، چند برس قبل **دار القلم** دمشق نے اس کے زیر طباعت ہونے کا اشتہار دیا لیکن اشاعت کا مرحلہ طے نہیں ہوا۔

ڈاکٹر محی الدین الوائی جامعہ ازہر قاہرہ میں استاذ تھے' اسی دوران مسلم مشاہیر کے احوال پر "**من اعلام الاسلام فی الھند**" کے مستقل عنوان سے مضامین لکھنے شروع کیے' جو وزارت اوقاف کویت کے جاری کردہ ماہنامہ "**الوعی الاسلامی**" میں شائع ہوتے رہے۔ اس ضمن میں ایک مضمون "**الشیخ احمد السرھندی**" کے ذیلی عنوان سے اس رسالہ کے شمارہ اپریل ۱۹۶۶ء کے صفحات ۱۰۴ تا ۱۰۹ پر پیش نظر ہے۔ غالباً بعد ازاں انہی مضامین کو مذکورہ نام سے کتابی شکل دی۔

۲۵۔ صوبہ مالابار کے ہی مولانا عبدالنصیر احمد شافعی ازھری (پیدائش ۱۳۹۷ھ/

۱۹۷۷ء) نے خطہ ہند پر قدیم وجدید ادوار کے شافعی المذہب علماء کے حالات پر ''تراجم علماء الشافعية فی الديار الهندية'' لکھی جو دار الفتح للدارسات والنشر عمان اردن نے پہلی بار ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء میں ۲۲۴ صفحات پر شائع کی اور یہ ۶۸ شافعی علماء کا تذکرہ ہے۔ بعد ازاں مصنف نے مزید علماء کے حالات شامل کیے اور یہ اسی نام سے ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں دار البصائر قاہرہ نے ۴۷۸ صفحات پر شائع کی جس میں ۹۷ علماء کے احوال ہیں۔

یہاں ان عربی کتب کا ذکر مقصود نہیں جو کسی ایک شخصیت کے احوال پر لکھی گئیں۔ مثلاً قائداعظم محمد علی جناح' علامہ محمد اقبال' خواجہ معین الدین چشتی اجمیری' مولانا علی متقی قادری شاذلی محدث برھانپوری' مولانا محمد طاہر محدث پٹنی' شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، شیخ تاج الدین نقشبندی سنبھلی مہاجر مکی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا حافظ سید مرتضی بلگرامی زَبیدی مصری، مولانا محمد عابد سندھی مہاجر مدنی، مولانا شاہ احمد سعید مجددی مہاجر مدنی، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عبدالحلیم لکھنوی، مولانا محمد عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محل، مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی، مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی' مولانا محمد نور اللہ نعیمی، مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری' مولانا غلام رسول سعیدی وغیرہ کے احوال پر مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب۔

علاوہ ازیں مختلف صدیوں کے مشاہیر عرب وعجم کے احوال پر لکھی گئی عربی کتب کا بھی یہاں تعارف نہیں دیا جارہا' جو مطبوع ومتداول اور اہل ذوق ان کے مندرجات پر بخوبی آگاہ ہیں۔ ان میں بھی چند مشاہیر ہند کے حالات دست یاب ہیں۔ جن میں سے بعض ''نزهة الخواطر'' کے مصادر میں سے ہیں۔ یعنی آٹھویں صدی ہجری کی شخصیات پر علامہ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (وفات

۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء) کی ’’الدرر الکامنة فی اعیان المئة الثامنة ‘‘اورنویں صدی ہجری کے افراد پر علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (وفات ۹۰۲ھ/ ۱۴۹۷ء) کی ’’الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع ‘‘نیز دسویں صدی کے مشاہیر بارے شیخ ابو المکارم نجم الدین محمد بن محمد غزی (وفات ۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۱ء) کی ’’الکواکب السائرة فی تراجم اعیان المئة العاشرة ‘‘اور گیارہویں صدی کی شخصیات پر شیخ محمد امین بن فضل اللہ محبی (وفات ۱۱۱۱ھ/ ۱۶۹۹ء) کی ’’خلاصة الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ‘‘جبکہ بارہویں صدی سے متعلق مشاہیر کے احوال پر شیخ سید ابوالفضل محمد خلیل بن علی مرادی (وفات ۱۲۰۶ھ/ ۱۷۹۱ء) کی ’’سلك الدرفی اعیان القرن الثانی عشر ‘‘اور تیرہویں صدی سے متعلق شیخ عبدالرزاق بن حسن بیطار (وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء) کی ’’حلیة البشرفی تاریخ القرن الثالث عشر ‘‘(۵) نیز چودھویں صدی کے مشاہیر عرب وعجم کے احوال پر شیخ سید زکی محمد مجاہد (وفات ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) کی ’’الاعلام الشرقیة فی المائة الرابعة عشر الھجریة‘‘۔(۶)

’’نزهة الخواطر‘‘ کی اہمیت

گزشتہ صفحات پر جن پچیس عربی کتب کا کسی قدر تعارف پیش کیا گیا، یہ تمام کسی خاص زمانہ، مکتب فکر، طبقہ، علاقہ، قوم اور خاندان کے مشاہیر کے حالات پر مشتمل ہیں۔ لیکن موضوع میں وسعت کے اعتبار سے تین اہم ہیں۔ ایک ’’نزهة الخواطر‘‘، دوسری رجال السند و الهند اور تیسری علماء العرب فی شبه القارة الهندية۔

پھر ان تینوں میں سے ’’نزهة الخواطر‘‘ اس بنا پر منفرد مقام کی حامل ہے کہ اسلام کی چودہ صدیوں پر محیط جملہ اسلامی مکاتب فکر کے علماء و مشائخ نیز امراء و حکام، مرد و خواتین کے حالات پر مشتمل ہے۔ گویا اسلامیان پاک و ہند کی شخصیات پر انسائیکلوپیڈیا ہے۔ شاید اسی باعث پیش نظر اشاعت کو ’’الاعلام بمن فی تاريخ الهند من الاعلام المسمی بنزهة الخواطر وبهجة المسامع و النواظر‘‘ نام دیا گیا۔

’’نزھۃ الخواطر‘‘ کی تصنیف واشاعت

مصنف علامہ حکیم عبدالحیٔ لکھنوی ندوی نے اس کا تصنیفی عمل جوانی میں شروع کیا اور منصوبہ کے مطابق سات اجزاء لکھ چکے تھے اور آٹھویں وآخری حصہ پر کام جاری تھا کہ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں وفات پائی اور کتاب نامکمل رہی۔ چند برس بعد دائـرۃ الـمـعـارف العثمانیۃ حیدرآباد دکن کے تحت ایک کمیٹی کو اس کی تصحیح انجام دے کر طباعت کے لئے تیار کرنے پر مامور کیا گیا اور سب سے پہلے اس کا دوسرا حصہ ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء میں چھپا‘ یعنی مصنف کی وفات کے آٹھ برس بعد‘ اور کتاب کا پہلا حصہ پہلی بار ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء میں یعنی مزید سولہ برس بعد منظر عام پر آیا تا آنکہ ابتدائی پانچ اجزاء کے بعد طباعت تعطل کا شکار ہوئی۔ علامہ ابوالکلام آزاد (وفات ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء) ہندوستان کے وزیر تعلیم بنے جن کے مصنف ’’نـــزھۃ الـخـواطـر‘‘ سے روابط وتعلقات تھے۔ چنانچہ ان کی نیز دیگر کی تحریک وخواہش پر طباعت کا کام پھر سے آگے بڑھا اور چھٹا حصہ ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء میں اور ساتواں ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء میں چھپا۔

’’نزھۃ الخواطر‘‘ کے ناشر دائرۃ المعارف العثمانیۃ کے تحت جس کمیٹی نے اس کتاب پر تحقیق وتصحیح انجام دی، اس کے ارکان سے متعلق ایک وضاحت کا یہاں ذکر نامناسب ہوگا۔ شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ معلمی (وفات ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء)

یمن کے باشندہ، عالم اور وہاں قاضی تعینات رہ چکے تھے۔ بعدازاں ہندوستان آئے اور ۱۳۴۵ء سے ۱۳۷۱ھ تک یعنی ربع صدی دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد سے بطور مصحح کتب وابستہ رہے۔ ہندوستان سے واپس گئے تو ۱۳۷۲ھ میں مسجد حرم مکہ مکرمہ کے کتب خانہ کے نگران بنائے گئے تا آنکہ مکہ مکرمہ میں ہی وفات پائی۔ بعض نے لکھا کہ شیخ عبدالرحمٰن معلّمی ''نزھۃ الخواطر'' پر تحقیق انجام دینے والوں میں شریک تھے۔ (۷) لیکن منصور بن عبدالعزیز سماری کا ان پر مقالہ برائے ایم فل ''الشیخ عبدالرحمن المعلمی وجھودہ فی السنۃ ورجالھا'' نام سے ۳۵۴ صفحات پر چھپا جس میں واضح کیا کہ دائرۃ المعارف العثمانیۃ الھند کے تحت جس کمیٹی نے ''نزھۃ الخواطر'' پر تحقیق انجام دی، ان میں معلّمی کا نام مذکور نہیں اور ان کی شرکت پر مزید کوئی بھی دلیل وثبوت نہیں۔ (۸)

لیکن ''نزھۃ الخواطر'' سے متعلق انجام پانے والے ایک عمل کی تصحیح وطباعت میں شیخ عبدالرحمٰن معلّمی کا کردار ہے۔ چنانچہ اس کا آٹھویں صدی ہجری کی شخصیات سے متعلق حصہ جب طبع ہو کر منظر عام پر آیا تو مستشرق ڈاکٹر سالم کرنکوی (۹) کی تحریک پر دائرۃ المعارف العثمانیۃ کے ذمہ داران نے اس حصہ میں وارد عرب وعجم کے جن مقامات کا ذکر آیا تھا، ان کے جغرافیہ وتعریف کے بیان میں مصنف ''نزھۃ الخواطر'' کے شاگرد الحاج معین الدین بہاری ندوی کو مامور کیا۔ انہوں نے یہ کام انجام دیا جو ''معجم الامکنۃ التی لھا ذکر فی نزھۃ الخواطر'' نام سے دائرۃ المعارف العثمانیۃ نے ہی الگ کتابی شکل میں ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں ۶۴ صفحات پر شائع کیا۔ جس پر علامہ سید سلیمان ندوی (وفات ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء) نے مقدمہ لکھا نیز بعض عبارات پر تعلیقات لکھیں۔ اس مختصر کتاب پر شیخ عبدالرحمٰن معلّمی نے تصحیح انجام دی اور انہی کی نگرانی میں طباعت کے لئے تیار کی گئی جیسا کہ اس کے

صفحہ ۵۶ سے ظاہر ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا یہ محض آٹھویں صدی کے مشاہیر سے متعلق حصہ میں وارد اماکن کی تعریف وجغرافیہ پر مبنی ہے۔

"نزهة الخواطر" کا آخری یعنی آٹھواں حصہ جسے مصنف مکمل نہیں کر پائے تھے، اسے ان کے بیٹے علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی نے مکمل کیا جس پر ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں مقدمہ قلم بند کیا اور یہ حصہ اسی ادارہ نے پہلی بار ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء میں شائع کیا، اور دائرة المعارف العثمانية حیدر آباد دکن نے یہ کتاب تین بار شائع کی جبکہ پاکستان میں محض آٹھویں جلد نور محمد کتب خانہ کراچی نے ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں بعد ازاں میر محمد کتب خانہ کراچی نے شائع کی۔

کمپیوٹر کا دور آیا تو "نزهة الخواطر" کو جدید انداز میں طبع کرانے کے لئے اس پر تحقیق وتصحیح کا کام مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ علوم اسلامیہ کے صدر پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال انصاری ندوی کو سونپا گیا۔ چنانچہ کمپیوٹر کمپوزنگ سے آراستہ ہوئی اور پھر مکمل کتاب ایک ہی بار بیروت سے چھپی، جس کا اس تحریر کے آغاز میں ذکر آچکا اور یہی اشاعت راقم حروف کے پیش نظر ہے۔

معلوم رہے "نزهة الخواطر" نامی ایک اور عربی کتاب قبل ازیں ۱۸۷۷ء میں بیروت سے شائع ہو چکی تھی۔ جو تاریخی وادبی کہانیوں کا مجموعہ اور بیروت کے عیسائی باشندہ یوحنا بن یعقوب ابکاریوس (وفات ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء) کی تصنیف ہے۔ (۱۰)

کتاب کا عمومی تعارف

مصنف کے فرزند ڈاکٹر عبدالعلی لکھنوی ندوی (وفات ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) کی تحریر بعنوان ''الهند و مكانتها فی تاريخ الاسلام و مكانة المؤلف و كتابه فی المكتبة التاريخية للهند'' سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے اور گیارہ صفحات پر اسلامی تاریخ میں خطہ ہند کا قیام، نیز اسلامیان ہند کی تاریخ میں اس کتاب اور مصنف کے مقام و مرتبہ کا بیان ہے۔

دوسرے فرزند علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی کی تحریر ''الحاجة الى تاليف كتاب نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر، خصائصه و ميزاته، وقصة طبعة وظهوره'' عنوان سے اگلے پانچ صفحات پر ہے۔ جس میں کتاب کا سبب تالیف وضرورت، خوبیاں وخصائص اور طباعتی مراحل کی تفصیلات درج ہیں۔

اور ڈاکٹر عبدالعلی ندوی کا قلم بند کردہ مصنف کا سوانحی خاکہ چھ صفحات پر، جس کے بعد مقدمہ از مصنف دو صفحات کا ہے۔ پھر متن کتاب کا آغاز ہوتا ہے، جہاں پہلی صدی ہجری کے مشاہیر کے حالات ان کے ناموں کے حروف ہجائی کی ترتیب سے اندراج ہے۔ عنوان کے طور پر زیر تذکرہ شخصیت کا نام اور ساتھ مسلسل نمبر درج ہے۔ اور حالات میں نام، ولدیت، قبیلہ، مقام وسنین ولادت ووفات، مختصر اور بعض کے مفصل حالات، افکار و معتقدات کا ذکر نیز ان پر مصنف کا مثبت ومنفی تبصرہ ورائے اور

آخر میں ان کتب وذرائع کا ذکر جہاں سے یہ احوال اخذ کیے گئے۔ موضوع کی مزید وضاحت کے لئے حواشی کا اہتمام لیکن ان کی تعداد کم ہے۔

ہر حصہ کے خاتمہ پر اس کے مندرجات کی فہرست ہے۔ مصنفین نے دوران عمل جن کتب سے مواد اخذ کیا، ان کی مفصل فہرست آخری جلد میں متن کے خاتمہ واس حصہ کے مندرجات کی فہرست کے بعد "کتابیات" عنوان سے انیس صفحات پر ہے جو ڈاکٹر محمد اقبال انصاری ندوی نے مرتب کی۔ بعدازاں مکمل کتاب کے عنوانات کی فہرست یکجا بھی دی گئی ہے۔

کتاب میں جن شخصیات کے احوال کو جگہ دی گئی، ہر صدی کے اعتبار وترتیب سے ان کی تعداد یہ ہے:۔

پہلی صدی ہجری	:	۱۷ شخصیات
دوسری	:	۳۱
تیسری	:	۱۵
چوتھی	:	۱۴
پانچویں	:	۱۸
چھٹی	:	۲۷
ساتویں	:	۱۴۱
آٹھویں	:	۲۹۸
نویں	:	۲۴۵
دسویں	:	۵۹۲
گیارہویں	:	۷۶۰
بارہویں	:	۴۷۷

تیرھویں : ۱۰۳۱

چودھویں : ۵٦۳

کل شخصیات : ۴۵۲٦

آٹھواں حصہ جو چودھویں صدی ہجری کی شخصیات پر ہے، اور گزر چکا کہ یہ مصنف کے بیٹا علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی نے تالیف و مکمل کیا۔ اس کے آغاز میں انہی کی قلم بند کردہ تقدیم تین صفحات پر ہے۔ جس میں بتایا کہ میں نے یہاں کسی شخصیت کے حالات خود شامل نہیں کیے بلکہ ان کی تکمیل کی جو والد نے لکھنا شروع کیے تھے لیکن مکمل نہیں کر سکے۔ الفاظ یہ ہیں:۔

"ولم اکتب ترجمة جدیدة لم یکتبها المؤلف" (صفحہ ۱۱٦۰)

اس جلد میں زندہ شخصیات کے حالات بھی شامل کیے گئے جن کی تعداد ۳۵۰ ہے۔ اور علامہ علی میاں نے تقدیم میں گزارش کی کہ ان میں سے ۱۲۴ شخصیات کے سنین وفات مجھے نہیں مل سکے اور قارئین ان پر آگاہ ہیں تو مجھے یا کتاب شائع کرنے والے ادارہ کو اطلاع دیں۔

جن مشاہیر کے حالات شامل ہیں، ان میں تقریباً نوے فی صد کا تعلق طبقہ علماء و مشائخ سے ہے اور دیگر دس فی صد کے لگ بھگ مشاہیر، امراء، حکام، ادباء، شعراء میں سے ہیں۔

اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ "نزھة الخواطر" کی تصنیف سے چند عشرے قبل لکھنؤ کے ہی علامہ محمد اشرف صدیقی کشمیری (وفات ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء) نے علماء ہند کے احوال پر عربی میں کتاب "تذکرة علماء الهند" لکھی، جسے مکمل نہیں کر سکے۔ (صفحہ ۱۰۸۷ تا ۱۰۸۸)

''نزھۃ الخواطر'' محققین کی نظر میں

اسلامیانِ پاک وہند کے احوال پر اس اہم کتاب کے بارے میں یہاں کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے چند مشہور محققین کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

○ ''رجال السندو الھند الی القرن السابع'' کے مصنف قاضی اطہر مبارکپوری:

''نزھۃ الخواطر'' میں اسلام کی ابتدائی سات صدیوں کے مشاہیر ہند کے حالات بہت ہی کم نیز مختصر ہیں، لہٰذا میں نے جہد کی اور تراجم، تاریخ، طبقات وغیرہ موضوعات کی کتب سے سالہا سال کی محنت کے بعد یہ کتاب رجال السندو الھند مرتب کی'' (۱۱)

○ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری وڈائریکٹر آف ریسرچ ڈاکٹر سید معین الحق:۔

''مولوی حکیم عبدالحئ صاحب کی لکھی ہوئی نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر ...... میں بعض فروگذاشتیں اور خامیاں بھی رہ گئیں ہیں''۔ (۱۲)

○ عربی واردو میں متعدد کتب کے مصنف ومحقق علامہ عبدالرشید نعمانی (وفات ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء):

''مولانا حکیم عبدالحئ لکھنوی چونکہ تحریک اصحاب حدیث سے خاصے متاثر

تھے اس لئے خالص فقہاء احناف کے تذکرہ میں ان کا قلم اس فراخ دلی کا مظاہرہ نہ کرسکا جوان علماء کے تذکرہ میں کرتا ہے جن کا تعلق راست یا بالواسطہ دعوتِ عمل بالحدیث سے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں کہیں کہیں آپ کو بعض ان علماء احناف کے خلاف جنہوں نے عدم تقلید پر قدغن کی ہے تعصب کا الزام ملے گا اور کسی کسی جگہ کسی خاص حنفی عالم کو محض اس بناء پر کہ اُس نے حدیث وسنت پر عمل کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی زمرہ اہل حدیث میں پائیں گے"۔ (۱۳)

○ تیرھویں وچودھویں ہجری کے علماء اہل سنت کے اہم سوانح نگار، مدرسہ احسن المدارس کانپور سے وابستہ مولانا محمود احمد کانپوری:۔

"حکیم عبدالحیؒ پیشوائے دیو بندیت سید احمد رائے بریلوی کے خاندان سے تھے اوران کی تحریک سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ اس بنا پر انہوں نے تحریک پر تعریض وتنقید کرنے والے علمائے اہل سنت پر الزامات عائد کیے ہیں اوران کے بارے میں **شدید المعارضہ، شدید الاعجاب بنفسہ و علمہ، قلیل البضاعۃ فی الحدیث و التفسیر، متوسعاً و سارعاً فی التکفیر** جیسے رکیک جملے استعمال کیے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے"۔ (۱۴)

○ محدث ومحقق ومترجم قرآن، سوانح نگار، پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کے صدر مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (وفات ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷):

"نزھۃ الخواطر" کے مؤلف حکیم عبدالحیؒ حسنی چونکہ اہل حدیث ہیں اس لئے علماء احناف کے ساتھ جابجا تعصب کا اظہار کیا ہے"۔ (۱۵)

○ ادیب شہیر، محقق ومؤرخ، سوانح نگار ومترجم مولانا شمس الحسن صدیقی عرف

شمس بریلوی (وفات ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء):

''اپنی رائے قائم کرنے میں صاحب ''نزھۃ الخواطر'' نے عدم احتیاط سے کام لیا ہے۔ یا محض افواہوں پر یقین کرلیا ہے چونکہ جناب مؤلف ندوۃ العلماء لکھنؤ سے وابستہ تھے اس لئے دوسرے مکاتب فکر (اسلام) کے اصحاب کے ساتھ بعض مقامات پر اتصاف نہیں ہوسکا ہے''۔(۱۶)

○ کراچی کے مشہور طبیب و مؤرخ و مصنف مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی (وفات ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء) نے مصنف نزھۃ الخواطر کے احوال پر ان کے فرزند علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی کی اردو تصنیف ''حیات عبدالحی'' پر تبصرہ قلم بند کیا تو اس کتاب نیز نزھۃ الخواطر میں مذکور خیرآبادی مکتب فکر کے اکابر علماء کرام کے احوال وواقعات کا بھی ناقدانہ جائزہ لیا۔

نزھۃ الخواطر میں خیرآبادی سلسلہ کے اہم عالم مولانا فضل حق بن فضل امام خیرآبادی (وفات ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) کے متعلق لکھا کہ ان کا رہن سہن اور وضع قطع علماء کی سی نہیں، بل کہ امراء کی سی تھی، شطرنج کھیلتے تھے اور مجالس رقص میں شرکت اور گانا سننے اور دوسری ممنوع باتوں سے احتراز نہیں کرتے تھے۔نزھۃ الخواطر کی عبارت یہ ہے:

و کان زیه زی الامراء دون العلماء، یلعب بالشطرنج و لا یحتشم عن استماع المزامیر و الحضور فی مجالس الرقص وغیره ذلك من المنکرات ۔ (صفحہ ۱۰۶۴)

اس تبصرہ و مضمون میں نزھۃ الخواطر کے متعلق حکیم محمود احمد برکاتی کی رائے کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''مولانا فضل حق نے جو اختلاف کیا توازن واعتدال کے ساتھ کیا......
مگر اس عالمانہ، شریفانہ، محدود بحدود مقید تقصیر اختلاف کی جو سزا صاحب
نـزهة الـخـواطـر اور ان کے فرزند گرامی نے مولانا اور ان کے اصحاب
کے سلسلہ کو دی ہے وہ دیدنی ہے...... جہاں جہاں موقع ملا ہے انہوں
نے مولانا فضل حق پر حملے کرنے اور ان کی تخفیف و تنقیص کی سعی کی
ہے...... صاحب نزھۃ نے اس غلط بات کو نقل کر کے اپنے جذبہ عناد کو
تسکین دی ہے...... سلسلہ خیر آباد کے جس رکن کا ذکر کیا ہے بالسوء کیا
ہے۔''(۱۷)

○ محقق ونقاد علمائے پنجاب کے اہم سوانح نگار، مجلّہ ''نقطۂ نظر'' اسلام آباد کے ایڈیٹر پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر راہی (پیدائش ۷۔۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء):۔

''ماضی قریب میں حکیم سید عبدالحیٔ رائے بریلوی نے برصغیر پاک و ہند
کے اہل علم و دانش کا جامع تذکرہ مرتب کیا......تاہم پنجاب کی نمائندگی
محدود ہے''۔(۱۸)

○ قاہرہ مصر کے عالم ومبلغ، دار الـمـقـطـم نامی اشاعتی ادارہ کے بانی وناظم شیخ محمد خالد ثابت (پیدائش ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء) کی تحریر کا ترجمہ:

''نـزهة الـخـواطـر'' میں اپنوں کی بے جا مدح اور مخالفین پر بے بنیاد
الزامات عائد کیے گئے ہیں''۔(۱۹)

○ ڈاکٹر سید قدرت اللہ حسینی نے مصنف ''نزهة الخواطر'' کے احوال وآثار پر کالی کٹ یونیورسٹی صوبہ مالابار (کیرلا) سے ڈاکٹر احتشام احمد ندوی کی نگرانی میں عربی زبان میں پی ایچ ڈی کی۔ان کا مقالہ ۳۲۵ صفحات پر مطبوع، جس میں ''نـزهة الـخـواطـر'' کے تعارف اور محاسن ونقائص کے بیان پر ۴۸ صفحات مختص ہیں۔(۲۰)

انہوں نے جن خامیوں کی نشاندہی کی ان میں سے چند یہ ہیں:۔

ابتدائی سات صدیوں کی شخصیات کے احوال درج کرنے میں ایک تو انتہائی اختصار سے کام لیا نیز صحابہ کرام وتابعین میں سے جو خطہ ہند پر تشریف لائے ان کے حالات شامل کرنے کا خاص اہتمام نہیں کیا۔ بعض شخصیات کے احوال میں القاب و خصائص کے بیان میں تکرار کی کیفیت ہے۔ بعض کے حالات بآسانی دست یاب تھے۔ پھر بھی مختصر تذکرہ پر اکتفا کیا، مثلاً مولانا آدم مدراسی (وفات ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء) جنہوں نے ''الزواجر'' کا ترجمہ کیا (صفحہ ۸۸۷) اور ترجمہ کے آغاز میں ان کے حالات درج ہیں۔ (۲۱) صوبہ مالا بار اور کرناٹک کے علماء کو جگہ نہیں دی جبکہ کرناٹک کے دارالحکومت بنگلور میں مصنف کے دوست موجود تھے جن کے توسط سے حالات پر آگاہی ممکن تھی۔ بعض اہم شخصیات کے احوال تو دیگر اہل علم سے مراسلت کے ذریعے حاصل کر لیے لیکن کتاب میں شامل نہیں کیے، مثلاً ''تاریخ آگرہ'' کے مصنف معین الدین کانپوری، اور ''مرأة الکونین'' کے مصنف غلام نبی خان منیری، بعض مشاہیر سے روابط ومراسلت تھی اور ان کے خطوط آج بھی مصنف ''نزهة الخواطر'' کے گھرانہ میں محفوظ ہیں لیکن ان کے احوال شامل کتاب نہیں کیے، مثلاً علی محمد شاہ عظیم آبادی اور مجید مارھروی''۔ (۲۲)

مصنف ''نزهة الخواطر'' کی دوران تصنیف منہج، کتاب کے عمومی مزاج و مندرجات کے متعلق محققین کی مذکورہ بالا آراء کے علاوہ عرب وعجم کے دیگر محققین و مصنفین نے اس میں وارد اغلاط کی بھی نشان دہی کی، یہاں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

○ صاحب کتاب مشارق الانوار مولانا ابوالفضائل رضی الدین حسن بن محمد صغانی لاہوری بدایونی (وفات ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء) کی شخصیت و مذکورہ کتاب طبقۂ علماء

میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ''نزھة الخواطر'' میں ان کے حالات دوجگہ درج ہیں (صفحہ ۹۱ تا ۹۳، ۹۹) اس خیال سے کہ دو شخصیات ہیں۔ چنانچہ محقق ومؤرخ شہیر پروفیسر محمد ایوب قادری (وفات ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء) نے واضح کیا اور یہ لکھا:۔

''بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے اور انہوں نے رضی الدین صغانی بدایونی اور رضی الدین صغانی لاہوری کو دو جداگانہ شخصیتیں قرار دیا ہے۔ صاحب ''نزھة الخواطر'' کو بھی تسامح ہوا ہے''۔ (۲۳)

○ ''نزھة الخواطر'' میں سندھ کے دو علماء کرام کے حالات ہیں۔ دونوں نے مختلف اوقات میں وطن سے مدینہ منورہ ہجرت کی اور دونوں کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور وہیں قبر بنی، نیز مصنفین تھے۔

ایک مولانا رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی (وفات ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۶ء) جن کی تصانیف میں ایک بارے بتایا کہ ''منسك صغير'' نام اور اس پر نور الدین ملا علی قاری ھروی مکی نے ۱۰۱۰ھ میں شرح لکھ کر ''هداية السالك فی نهاية المسالك'' نام دیا۔ (صفحہ ۳۳۹)

دوسرے مولانا عبداللہ بن سعد اللہ سندھی (وفات ۹۸۴ھ/ ۱۵۷۷ء) جن کی تصنیفات میں ایک کا نام ''جمع المناسك و نفع الناسك'' بتایا۔ (صفحہ ۳۷۴)

چنانچہ سعودی عرب کے شہر الاحساء کے حنفی عالم و محقق شیخ عبدالرحیم بن محمد بن ابو بکر الملا نے تحقیق پیش کی کہ صاحب ''نزھة الخواطر'' نے ملا علی قاری کی شرح کا نام درست نہیں لکھا، جو ''بداية السالك فی نهاية المسالك'' ہے اور قلمی نسخے محفوظ ہیں۔ (۲۴)

مزید لکھا ہے کہ صاحب ''نزھة الخواطر'' کا ''جمع المناسك و نفع

الناسك'' کو مولانا عبداللہ سندھی کی تصنیف قرار دینا باعث حیرت ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مولانا رحمت اللہ سندھی کی تصنیف، جو صفر ۹۵۰ھ میں مکمل کی اور ۱۲۸۹ھ میں مطبع محمود یہ استنبول سے چھپی۔ (۲۵) اور مولانا رحمت اللہ نے اپنی دوسری تصنیف ''لباب المناسك و عباب المسالك'' کے مقدمہ میں ''جمع المناسك'' کا خود ذکر کیا ہے۔ (۲۶)

○ مولانا محمد عابد بن احمد علی سندھی (وفات ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء) جو سہون شریف۔ میں پیدا ہوئے یمن مقیم رہے پھر علماء مدینہ منورہ کے سرتاج ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ ''نزهة الخواطر'' میں ان کے تذکرہ کے ضمن میں نمونہ کلام کے طور پر دس عربی اشعار منقول ہیں۔ (صفحہ ۱۰۹۸)

شام۔ کہ شہر حلب کے حنفی عالم و محقق شیخ سائد بکداش مقیم مدینہ منورہ نے مولانا عابد سندھی کے احوال پر مستقل کتاب لکھی تو یہ شعر ملاحظہ کیے۔ پھر تحقیق پیش کی کہ یہ اشعار محمد عابد بن احمد علی سندھی کی بجائے مولانا محمد عابد بن عبداللہ سندھی مدنی (وفات ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء) کے ہیں جن کے دیوان کا قلمی نسخہ مراکش کے دارالحکومت رباط کے شاہی کتب خانہ کے ذخیرہ کتانی میں محفوظ ہے۔ شیخ سائد بکداش نے دیوان کا عکس حاصل کیا جس میں یہ اشعار خود ملاحظہ کیے (۲۷)

○ مولانا محمود احمد کانپوری نے ایک عبارت کی یوں تصحیح کی:۔

''مولانا عبداللہ بہاری ٹونکی نے ۷ نومبر ۱۹۳۰ء میں انتقال کیا، مولوی عبدالحئی صاحب ''نزهة الخواطر'' نے سال وفات ۱۳۳۹ھ لکھا جو ۱۵ دسمبر ۱۹۲۰ء سے شروع ہو کر ۳ ستمبر ۱۹۲۱ء پر ختم ہوتا ہے، اس طرح انہوں نے پورے دس برس کا فرق کر دیا''۔ (۲۸)

○ شیخ عبدالقادر بن محمود باعکظہ شافعی سورتی کا سال ولادت ۱۲۹۳ھ لکھا

(صفحہ ۱۲۸۷)

حضر موت یمن کے عالم و محقق ڈاکٹر شیخ محمد بن ابوبکر باذیب (پیدائش ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) نے واضح کیا کہ عبدالقادر باعکظہ کے والد نے ۱۲۸۶ھ میں وفات پائی، لہٰذا "نزھة الخواطر" میں بیٹے کا سال پیدائش ۱۲۹۳ھ لکھنا درست نہیں۔ یہ ۱۲۶۳ھ ہے جو کتابت میں غلطی سے ۱۲۹۳ھ درج ہوگیا۔ (۲۹) والد شیخ محمود باعکظہ کے حالات بھی شامل کتاب ہیں۔ (صفحہ ۱۱۰۷)

○ مولانا قدرت اللہ گوپاموی (۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء میں زندہ) کی تصنیف "نتائج الافکار" کے بارے میں بتایا کہ شعراء ایران کا تذکرہ ہے (صفحہ ۱۰۶۹)

ڈاکٹر قدرت اللہ جنہوں نے مصنف "نزھة الخواطر" کی حیات وخدمات پر پی ایچ ڈی کی، انہوں نے آگاہ کیا کہ یہ خطہ ہند نیز ایران کے شعراء کا تذکرہ ہے۔ (۳۰)

اور ڈاکٹر قدرت اللہ نے مزید لکھا کہ مشہور مدرسہ باقیات الصالحات کے بانی مولانا عبدالوھاب ویلوری (وفات ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء) کے حالات انتہائی مختصر الفاظ میں درج کیے نیز ولادت کا مقام ویلور شہر لکھا (صفحہ ۱۳۰۶) جبکہ ان کی پیدائش ضلع ویلور کے ہی گاؤں ایکتور میں ہوئی۔ (۳۱)

○ "فتح المعین شرح قرة العین" ایک مشہور عربی کتاب اور اسلامی دنیا کے شافعی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے مصنف مولانا زین الدین بن محمد غزالی شافعی قادری مالاباری کے حالات "نزھة الخواطر" میں دسویں صدی ہجری کی شخصیات میں درج اور والد کا نام عبدالعزیز منقول ہے (صفحہ ۳۴۱)

مولانا عبدالنصیر احمد شافعی مالاباری نے واضح کیا کہ صاحب "نزھة الخواطر" وغیرہ مصنفین وناشرین کے ہاں والد کا نام عبدالعزیز لکھنا درست نہیں وہ

آپ کے چچا تھے والد نہیں۔ نیز تحقیق پیش کی کہ ۱۰۲۸ھ میں وفات پائی (۳۲) گویا گیارہویں صدی ہجری کی شخصیت تھے۔

○ مولانا وصی احمد سورتی، چودھویں صدی کے ہندوستان میں مشہور محدث وفقیہ حنفی تھے۔ان کے احوال ''نزھة الخواطر ''میں درج کیے تو ان پر چار الزامات عائد کردیے، متعلقہ عبارات یہ ہیں۔

۱- وكان من الفقهاء المتحصبين على من يعمل بنصوص الحديث

۲- فكفر بها كل من يحمل و يعتقد بالحديث .

۳- وافتىٰ اخراجهم من المساجد

۴- قلة بضاعته فى الحديث . (صفحہ ۱۴۰۰)

ہندوستان کے عالم مولانا محمد صدیق الازہری کے بقول ''نزھة الخواطر'' میں بعض علماء ہند پر بکثرت اور بے بنیاد الزامات و بہتان لگائے گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان چاروں الزامات کے جائزہ پر عربی زبان میں مفصل مضمون قلم بند کیا، جس کی تمہید میں یہ لکھا:

''فان الكتاب يحمل بين دفتيه كثيرا من التهم والزور تجاه علماء الهند''۔

مولانا ازہری کا یہ مضمون ''ترجمة العلامة وصى احمد المحدث السورتى، بما فى نزهة الخواطر من زور ''عنوان سے ۲۰۱۳ء سے کمپیوٹر انٹرنیٹ پر ہے۔

علاوہ ازیں لاہور کے قلم کار میثم عباس رضوی (پیدائش ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء) نے مذکورہ تیسرے الزام کے تعاقب میں اُردو میں مضمون لکھا جس کا خلاصہ ''جامع الشواہد

پر علی میاں ندوی کا اعتراض اور اس کا مسکت جواب“ کے عنوان سے ماہنامہ ”اعلیٰ حضرت“ بریلی کے شمارہ مئی ۲۰۱۵ء کے صفحات ۵۲ تا ۵۶ پر چھپا۔ نیز اسی برس جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان کراچی نے کتابی شکل میں ”مولانا وصی احمد محدث سورتی ’ ایک شبہ کا ازالہ“ کے نام سے چالیس صفحات پر شائع کیا۔

”نزھۃ الخواطر“ پر ایک نظر

اسلامیانِ پاک و ہند کا یہ اہم و منفرد تذکرہ خود راقم الحروف کے مطالعہ میں آیا تو محاسن کے ساتھ بعض اغلاط و نقص بھی نظر میں آئے۔ جو واقعات کے بیان، سنین وفات کے اندراج میں اغلاط سے متعلق ہیں۔ علاوہ ازیں تیرہویں و چودھویں صدی ہجری کی شخصیات میں بعض غیر معروف و غیر اہم کے حالات تو شامل کر لئے اور جنہوں نے امت مسلمہ کی عظیم خدمات سرانجام دیں، ان کو اس تذکرہ میں جگہ نہیں دی۔

○ ”افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار“ مولانا محمود بن محمد دہلوی (وفات ۸۹۱ھ/ ۱۴۸۶ء) کی موضوع کے اعتبار سے اہم تصنیف ہے۔ جس پر جامعہ ازہر قاہرہ کے تحت ڈاکٹر خالد محمد عبدالواحد حنفی نے تحقیق انجام دے کر ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء میں ایم فل کیا اور یہ پہلی بار ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء میں مکتبہ الرشد ریاض نے ۶۱۶ صفحات پر شائع کی۔

”نزھۃ الخواطر“ میں مولانا محمود دہلوی کے حالات دو مقامات پر درج ہیں (صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۰، ۲۸۲) جنہیں دو شخصیات خیال کیا گیا اور ”افاضۃ الانوار“ دونوں جگہ مذکور ہے۔

○ سلطنت اسلامیہ ہند کے آخری فرمانروا بہادر شاہ ظفر (وفات ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۲ء) کے مختصر حالات دو مقامات پر درج کر دیئے۔ ایک مقام پر ”ابو ظفر بہادر شاہ الدھلوی“ عنوان سے (صفحہ ۸۹۴) اور پھر بعنوان ”بہادر شاہ

التیموری'' (صفحہ ۹۳۷)

○ قلندریہ سلسلہ کے صوفی و عالم کاظم کاکوروی (وفات ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) کے احوال بھی دو مقامات پر شامل کر دیئے۔ پہلے ''الشیخ کاظم العلوی الکاکوروی'' (صفحہ ۱۰۷۱ تا ۱۰۷۲) پھر ''الشیخ محمد کاظم الکاکوروی'' (صفحہ ۱۱۰۳ تا ۱۱۰۴) عنوانات سے ہیں۔

○ مولانا قیام الدین عبدالباری انصاری لکھنوی فرنگی محلی کے حالات میں ان کی تصنیفات کے نام پیش کیے تو ''التعلیق المختار علی کتاب الآثار'' کا نام دوبار درج کیا (صفحہ ۱۲۵۹ تا ۱۲۶۰) گویا دو کتب ہیں۔

○ مشہور عرب سیاح و عالم، مراکش کے شہر طنجہ کے باشندہ، شیخ محمد بن عبداللہ ابن بطوطہ (وفات ۷۷۹ھ/ ۱۳۷۷ء) کے بارے میں ایک مقام پر لکھا کہ ۷۴۴ھ میں ہندوستان آئے (صفحہ ۱۴۹) دوسری جگہ بتایا کہ ۷۳۴ھ میں سندھ کے شہر سہون وارد ہوئے۔ (صفحہ ۲۰۸)

حق یہ ہے کہ ابن بطوطہ نے یکم محرم ۷۳۴ھ کو خطۂ ہند پر قدم رکھا، جیسا کہ سفرنامہ میں خود ذکر کیا (۳۳) وہ سندھ سے داخل ہوئے اور سہون شریف وغیرہ مقامات سے ہو کر ملتان پہنچے جہاں عارف باللہ حضرت ابوالفتح شاہ رکن عالم سہروردی کے ہاں قیام کیا، جیسا کہ سفرنامہ میں تفصیلات درج ہیں (۳۴) جس کے محض چند ماہ بعد شاہ رکن عالم ملتانی کا ۷۳۴ھ میں ہی انتقال ہوا۔ (صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۳)

○ حضرت جلال الدین تبریزی سہروردی (وفات ۶۴۲ھ/ ۱۲۴۴ء) جنہوں نے بغداد میں صاحب عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد سہروردی (وفات ۶۳۲ھ/ ۱۲۳۴ء) سے اجازت و خلافت پائی۔ پھر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی (وفات ۶۶۶ھ/ ۱۲۶۷ء) کے ہمراہ

ہندوستان آئے۔

اور جلال الدین تبریزی نامی ایک ولی اللہ سے ابن بطوطہ نے ۷۴۴ھ کے کئی برس بعد آسام میں ملاقات کی (۳۵) دو الگ شخصیات ہیں اور صاحب ''نزھة الخواطر'' نے انہیں ایک ہی طویل العمر شخصیت جلال الدین تبریزی سہروردی قرار دے کر دونوں کے احوال گڈمڈ کر دیے ہیں۔ (صفحہ ۱۴۹)

○ صاحب کنز العمال مولانا علی متقی برھانپوری مہاجر مکی (وفات ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء) کے احوال میں ان کی ایک تصنیف ''البرھان الجلی فی معرفة الولی'' کے بارے میں بتایا کہ فارسی زبان میں ہے۔ (صفحہ ۳۸۹) جبکہ البرھان الجلی کا قلمی نسخہ مکتبہ خالدیہ القدس الشریف میں زیر نمبر ۴/ ۱۸/ تصوف محفوظ، جس کے متعلق ماہرین کا خیال ہے کہ دسویں صدی میں کتابت کیا گیا۔ اس مکتبہ کی فہرست میں مذکورہ مخطوطہ کی ابتدائی و خاتمہ کی عبارات نقل کی گئی ہیں جو عربی میں ہیں اور فہرست نویس نے اشارہ تک نہیں کیا کہ اس کا متن فارسی میں ہے۔ (۳۶)

○ مولانا تاج الدین نقشبندی سنبھلی مہاجر مکی (وفات ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) کے حالات میں ان کے عرب خلفاء میں ایک نام ''شیخ محمد علان مکی'' لکھا۔ (صفحہ ۵۰۸) شیخ علان (وفات ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء) مکہ مکرمہ کے مشہور شافعی عالم اور کثرت تصانیف کے باعث ''سیوطی زماں'' کہلائے جن میں ریاض الصالحین کی شرح دلیل الفالحین مطبوع و متداول ہے۔ اور ان کے استاذ و چچا شیخ احمد علان (وفات ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۴ء) بھی مکہ مکرمہ کے جلیل القدر علماء و صوفیہ میں سے تھے۔ چند تصنیفات ہیں، جیسا کے شیخ ابو مدین غوث شعیب بن حسن تلمسانی (وفات ۵۹۴ھ /۱۱۹۸ء) کی ایک تصنیف پر شرح لکھی، جس پر مصر کے معاصر شیخ احمد فرید مزیدی نے تحقیق انجام دی اور یہ ''شرح الحکم الغوثیة'' نام سے پہلی بار ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء

میں دار الآفاق العربیة قاہرہ نے ۳۱۱ صفحات پر شائع کی۔ ''خلاصة الاثر'' میں مولانا تاج الدین سنبھلی نقشبندی، شیخ محمد علان، اور شیخ احمد علان تینوں کے حالات مختلف مقامات پر درج ہیں، جہاں واضح طور پر لکھا ہے کہ ''شیخ احمد علان'' نے آپ سے اجازت وخلافت پائی۔ (۳۷) یوں صاحب ''نزھة الخواطر'' کا اسے شیخ محمد علان قرار دینا درست نہیں۔

○ شیخ جعفر بن علی بن زین العابدین بن عبداللہ بن شیخ عیدورس (وفات ۱۰۶۴ھ/۱۶۵۴ء) جنہوں نے شہزادہ داراشکوہ کی ''سفینة الاولیاء'' کا فارسی سے عربی ترجمہ کیا تھا، ان کے احوال میں نسب درج کیا (صفحہ ۵۱۱) تو ''زین العابدین'' نام چھوٹ گیا، ادھر خلاصة الاثر میں مذکور ہے۔ (۳۸)

○ خطہ ہند پر کلام ابن عربی کے مشہور شارح مولانا محب اللہ الہ آبادی چشتی (وفات ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) کے بارے میں یہ لکھا:۔

''ومن مصنفاته شرحان له علی فصوص الحکم بالعربیة و الفارسیة، ومنها انفاس الخواص ......'' (صفحہ ۶۱۰)

یعنی ان کی تصانیف میں فصوص الحکم کی دو شروح، ایک عربی میں دوسری فارسی میں ہیں، علاوہ ازیں ''انفاس الخواص'' نامی تصنیف ہے۔

یہاں انفاس الخواص کو الگ کتاب قرار دینا درست نہیں، بلکہ یہی فصوص الحکم کی عربی شرح ہے۔ جس کا قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ذخیرہ مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی میں بنام ''تجلیة الفصوص'' محفوظ ہے۔ جس کا سال کتابت ۱۰۳۳ھ ہے۔ نیز خدا بخش لائبریری پٹنہ، اور رضا لائبریری رام پور میں بھی قلمی نسخے ہیں۔ (۳۹)

اور ''انفاس الخواص'' نام سے برٹش لائبریری لندن میں زیر نمبر ۱۷۷۳/

دہلی عربی، ۲۳۴، اوراق پر محفوظ، جس کا الیکٹرونک صفحات پر عکس راقم کے پیش نظر ہے۔

○ مولانا شہاب الدین بن محمد حسین گوپاموی (وفات ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۸ء تقریباً) کے تذکرہ میں ہے کہ چار سوافراد نے ان سے تعلیم مکمل کی۔

پھران کے بیٹا مولانا قطب الدین گوپاموی (وفات ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کے احوال میں بھی یہی وصف ان کے حق میں درج کیا۔ متعلقہ عبارات یہ ہیں:۔

" ان الاربع مئة رجل من اهل العلم اخذوا عنه و تخرجو عليه"۔ (صفحہ ۷۳۲)

"تخرج عليه اربع مئة رجل من اهل العلم"۔ (صفحہ ۷۸۴)

ہماری رائے میں یہ وصف باپ بیٹا سے کسی ایک کے حق میں ہے۔

○ شیخ سید احمد رائے بریلوی بالاکوٹی (وفات ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) کے بارے میں لکھا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ فوت نہیں غائب ہو گئے اور پھر ظاہر ہو کر دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ پھر حاشیہ میں بتایا کہ عرصہ بعد لوگوں میں اس پر اتفاق ہو گیا کہ آپ مذکورہ برس شہید ہو گئے تھے۔ (صفحہ ۹۰۲)

لیکن ان کے بعض متبعین کے ہاں یہ فکر وعقیدہ ان کی وفات کے ایک صدی بعد بھی ذہنوں میں راسخ تھا۔ چنانچہ غیر مقلد عالم فضل الٰہی وزیرآبادی جو ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء میں وزیرآباد میں پیدا ہوئے اور ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں وفات پائی۔ ان کے بارے میں گجرات شہر کے غیر مقلد عالم حافظ عنایت اللہ اثری (وفات ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) کا قول یہ ہے:

"میں نے ایک مرتبہ سید صاحب کو شہید کہا تو مولوی فضل الٰہی سخت ناراض ہوئے، مجھے دھکا دے کر چارپائی سے نیچے گرادیا اور فرمایا وہ زندہ

ہیں، لیکن غائب ہیں، عنقریب ظاہر ہوں گے‘‘۔(۴۰)

○ تحریک آزادی ہند کے رہنما و مجاہد مفتی عنایت احمد کاکوروی (وفات ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء) کی ایک تصنیف کا نام ’’تاریخ حبیب الٰہ‘‘ بتایا (صفحہ ۱۰۴۸ تا ۱۰۴۹) جبکہ سیرت النبی ﷺ پر اس مشہور اُردو کتاب کا نام ’’تواریخ حبیب الٰہ‘‘ جس سے سال تالیف ۱۲۷۵ھ اخراج کیا گیا۔

○ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس مولانا محمد وجیہہ الدین صدیقی بہاری کے حالات میں یہ بتایا:۔

شیخ عبداللہ سراج مکی نے لکھا ہے کہ شیخ وجیہہ الدین صدیقی سے ۱۲۵۶ھ میں ہندوستان میں میری ملاقات ہوئی۔ (صفحہ ۱۱۰۶ تا ۱۱۰۷)

ادھر مولانا عبدالستار دہلوی مکی کی کتاب ’’فیض الملک‘‘ میں بھی مولانا وجیہہ الدین بہاری کے حالات درج اور ملاقات کا یوں ذکر ہے:۔

عبداللہ مکی نے اپنے سفرنامہ میں مولانا وجیہہ الدین کے احوال بیان کیے جہاں بتایا کہ ۱۲۵۶ھ میں ہندوستان میں ان سے ملاقات ہوئی۔ (۴۱)

یعنی صاحب ’’نزهة الخواطر‘‘ نے نام ’’عبداللہ سراج مکی‘‘ لکھا اور صاحب فیض الملک نے ’’عبداللہ مکی‘‘ درج کیا۔ اور حق یہ ہے کہ یہ دو شخصیات اور دونوں کے حالات فیض الملک میں شامل ہیں۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج (وفات ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء) مکہ مکرمہ میں علماء کے اعلیٰ ترین منصب ’’شیخ العلماء‘‘ پر تعینات تھے (۴۲) جبکہ عبداللہ مکی (وفات ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء) ہندی الاصل، مسجد حرم میں مدرس نیز قصیدہ بردہ کی تخمیس موزوں کی اور سیاح تھے۔ انہوں نے محرم ۱۲۵۶ھ کو کلکتہ کا سفر کیا اور ساتھ ہی سفرنامہ عربی میں قلمبند کیا (۴۳) جو اسی برس کلکتہ سے ’’الصارم البتار فی رحلة سالار‘‘ نام سے چھپا (۴۴)

اور کلکتہ میں مولانا وجیہہ الدین سے انہی شیخ عبداللہ مکی کی ملاقات ہوئی۔ لہٰذا صاحب ''نزهة الخواطر'' کا ذکر کردہ نام شیخ عبداللہ سراج مکی درست نہیں۔

○ صاحب تاج العروس وشارح احیاء علوم الدین مولانا حافظ سید محمد مرتضٰی بلگرامی زَبیدی مصری (وفات ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء) کی تصنیفات میں ایک کا نام ''الفوائد الجليلة فی مسلسلات ابن عقیلة'' بتایا۔ (صفحہ ۱۱۱۲) جبکہ یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مکی استاذ شیخ شمس الدین محمد بن احمد ابن عقیلہ (وفات ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) کی تصنیف جو ۲۰۰۰ء میں بیروت سے ۲۰۸ صفحات پر چھپی۔ اور یہ اشاعت بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال میں موجود ہے۔ حافظ مرتضٰی زبیدی نے اس پر تعلیقات لکھیں، جس کا نام ''التعليقة الجليلة على مسلسلات ابن عقيلة'' اور قلمی نسخہ مکتبہ حرم مکہ مکرمہ میں بخط مولانا عبدالستار صدیقی دہلوی مکی موجود ہے۔ (۴۵)

○ علامہ علی میاں ندوی نے آٹھویں حصہ کے مقدمہ میں لکھا کہ اس میں ۵۵۹ مشاہیر کے حالات ہیں (صفحہ ۱۱۵۹) جبکہ مسلسل ارقام کے مطابق تعداد ۵۶۳ ہے۔ (صفحہ ۱۴۰۵)

○ مشہور غیر مقلد عالم، صاحب کتاب فقہ محمدی مولانا ابراہیم بن عبدالعلی آروی (وفات ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) جن کی مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی۔ (صفحہ ۱۱۶۴ تا ۱۱۶۵) ان کے احوال وافکار بیان کرتے ہوئے خلاف معمول حسب ذیل مؤقف پر کوئی رائے نہیں دی' جو ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر میں ان الفاظ میں ہے:۔

''مولوی ابراہیم آروی مقتدائے وہابیہ بھی حج کے واسطے مکہ معظمہ گئے تو انہوں نے بھی وہابیت سے توبہ کر کے حنفی مذہب اختیار کیا اور اسی عقیدہ پر ان کا انتقال ہوا' خدا ان کو غریق رحمت کرے۔ یہ قصہ تمام آرہ وپٹنہ

وبہار وغیرہ میں مشہور ہے"۔(۴۶)

○ شاہ ابو الحسین احمد مارہروی (وفات ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) کے احوال میں نام ابو الحسین لکھا (صفحہ ۱۱۶۶) جبکہ ان کی عربی تصنیف "النور والبھاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء" مطبوع اور اس کے سرورق پر مکمل نام ابو الحسین احمد لکھا ہے۔(۴۷)

○ مولانا برکات احمد ٹونکی (وفات ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء) کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۷۹ھ لکھا۔ نیز ان کی تصانیف میں ایک کا نام "الانھار الاربعة فی التصوف" بتایا۔(صفحہ ۱۲۰۳)

جبکہ ان کے پوتا مولانا حکیم محمود احمد برکاتی نے واضح طور پر لکھا کہ ۱۲۸۰ھ میں ولادت ہوئی (۴۸) نیز دادا کی تصنیفات کی مکمل فہرست پیش کی، جن میں اس نام کی کوئی تصنیف نہیں (۴۹) درست یہ ہے کہ الانھار الاربعة، شاہ احمد سعید مجددی دہلوی مہاجر مدنی (وفات ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) کی تصنیف اور "نزھة الخواطر" میں ان کے حالات کے ضمن میں مذکور ہے (صفحہ ۹۰۶ تا ۹۰۷) ادھر کتب خانہ گنج بخش اسلام آباد میں اس کے تین قلمی نسخے محفوظ ہیں۔(۵۰)

○ علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (وفات ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء) کے احوال میں ان کی ایک تصنیف کا نام "عون المعبود شرح سنن ابی داؤد" ذکر کیا۔(صفحہ ۱۲۴۳ تا ۱۲۴۴، ۱۳۵۰)

اور ڈاکٹر محمد تقی الدین ھلالی مراکشی (وفات ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء) جو ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرس رہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد متعدد اہل حدیث علماء نے مل کر تصنیف کی، جن میں سے ایک علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری (وفات ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء) تھے۔ جنہوں نے یہ بات مجھے خود بتائی۔ لہٰذا

اسے کسی ایک شخص کی تصنیف قرار دینا درست نہیں۔ شمس الحق عظیم آبادی اس کے مصنفین کی مالی معاونت کرتے نیز شریک مصنف تھے۔(۵۱)

○نواب صدیق حسن خان بھوپالی (وفات ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء) کے مفصل تذکرہ میں یہ اوصاف بیان کیے:۔

"علامة الزمان، وترجمان الحديث والقرآن......جامعاً بين الرئاستين العلمية والعملية"۔(صفحہ ۱۲۴۶،۱۲۴۸)

جبکہ ان کا برطانوی استعمار کے جھنڈے تلے ایک ریاست کا حکمران ہونا، نیز تصنیفات کا مواد مسروقہ ہونا اہل علم پر مخفی نہیں۔

○مولانا سید عبدالفتاح بن عبداللہ گلشن آبادی کے حالات میں ان کی تصنیفات میں ایک کا نام "تاریخ الاولیاء" دو جلد کا ذکر کیا (صفحہ ۱۲۸۶)۔

اور صحیح یہ ہے کہ تاریخ الاولیاء ان کے بیٹے مولانا سید امام الدین احمد گلشن آبادی (وفات ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء) کی تصنیف بزبان اردو اور تین جلدوں میں ہے جس کی پہلی جلد ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۵ء میں مطبع مرغوب بمبئی سے ۴۹۲ صفحات پر چھپی۔ جس کا برقی صفحات پر عکس پیش نظر اور سرورق پر مصنف کا نام واضح طور پر یوں درج ہے:

"مولفہ العبد المساکین سید امام الدین احمد ابن مفتی سید عبدالفتاح"

مزید یہ کہ متعدد اہل علم نے تاریخ الاولیاء پر نثر و نظم میں تقریظات لکھیں جو خاتمہ کتاب پر شامل ہیں۔ ان میں خود مصنف کے والد کی تقریظ بھی شامل ہے (۵۲) جس میں بتایا کہ تین جلدوں پر مشتمل یہ کتاب میرے بیٹے سید امام الدین احمد نے عرصہ چار سال میں تالیف کی۔

○علامہ محمد بشیر سہسوانی (وفات ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) کی تصانیف میں ایک کا نام "السعی المشکور" لکھا۔ (صفحہ ۱۳۵۳) جبکہ یہ مولانا محمد عبدالحئی لکھنوی فرنگی

محل کی تصنیف اور انہی محمد بشیر سھسوانی کی کتاب ''المذھب الماثور'' کے رد میں لکھی گئی (صفحہ ۱۲۷۰) اور مطبوع ہے۔

○ علامہ عبداللہ بایزید پوری (وفات ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء) حج کے لئے گئے تو مکہ مکرمہ کے ایک عالم سے حدیث و تجوید کے علوم اخذ کیے، جن کا نام یوں لکھا:۔

''السید احمد بن عفیف بن اسعد الدھان الحضرمی''۔ (صفحہ ۱۲۹۶)

اس عبارت میں تین اغلاط ہیں، یہ عالم سید نہیں اور والد کا نام اسعد ہے۔ لہٰذا یوں لکھا جائے گا:۔

''احمد بن اسعد الدھان'' (۵۳)

جن کے اجداد ہندوستان کے مقام پٹن صوبہ گجرات سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے تھے، یمن کے علاقہ حضرموت سے کوئی تعلق نہیں۔

○ مولانا فضل امام خیر آبادی کا سال وفات ۱۲۴۳ھ لکھا (صفحہ ۱۰۶۳) لیکن ان کی وفات ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء میں ہوئی اور مرزا غالب نے قطعہ تاریخ انتقال فارسی میں موزوں کیا، جو ''تذکرہ علمائے ہند'' کے مترجم نے حاشیہ میں نقل کیا ہے۔ (۵۴)

○ مولانا فیض احمد بدایونی کا سال وفات ۱۲۷۴ھ لکھا۔ اور حالات کے ضمن میں ان کی عربی شاعری کے نمونہ اشعار پیش کیے جن کی تعداد چھ ہے اور حاشیہ میں بتایا کہ باقی اشعار حذف کر دیئے گئے ہیں، کیونکہ شریعت اور عقیدہ توحید کے منافی تھے۔ (صفحہ ۱۰۶۶ تا ۱۰۶۷)

مولانا بدایونی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نامور رہنما مجاہد تھے اور اسی معرکہ میں گم ولا پتہ ہو گئے، آج تک انجام اور سال وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ مشہور مؤرخ و محقق پروفیسر محمد ایوب قادری نے مولانا فیض احمد بدایونی کے حالات پر مستقل کتاب

لکھی جو ۱۹۵۷ء میں پاک اکیڈمی کراچی نے شائع کی، ان کی تحریر سے ایک اقتباس یہ ہے:۔

''سقوط دہلی کے بعد روہیل کھنڈ کا رخ کیا۔ بدایوں (گکرالہ) اور بریلی وغیرہ میں انگریزوں سے مقابلہ کیا، اس کے بعد اودھ کی طرف نکل گئے اور پتہ نہیں چلا کہ کہاں گئے اور کیا حشر ہوا۔ لہٰذا یہ بیان کہ ۱۲۷۴ھ/ ۸۔۱۸۵۷ء میں انتقال ہوا صحیح نہیں'' (۵۵)

اور ''نزھۃ الخواطر'' میں جن اشعار کے حذف کرنے کی اطلاع دی گئی ہے، شاید یہ اس کتاب کی حیدر آبادی اشاعت میں شامل ہیں اور پیش نظر بیروت اشاعت سے نکال دیئے گئے تاکہ یہ عرب دنیا کے انتہا پسندی میں مشہور ملک کے تجارتی کتب خانوں کو فروخت کرنے میں آسانی اور مالی فوائد حاصل ہوں۔

○ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسہ شیخ یعقوب دہلوی مہاجر مکی کے بارے میں لکھا کہ ۱۲۸۲ء میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ (صفحہ ۱۱۳۸)
جبکہ مکہ مکرمہ کے تذکرہ نویسوں نے واضح طور پر ۱۲۸۳ھ لکھا ہے۔ (۵۶)

○ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا سال وفات ۱۳۰۴ھ لکھ دیا۔ (صفحہ ۱۱۸۲)
جبکہ ۱۳۴۰ھ درست ہے۔

○ صاحب حدائق الحنفیہ مولانا فقیر محمد جہلمی کا سال وفات ۱۳۲۲ھ بتایا (صفحہ ۱۳۲۸) لیکن ان کی وفات ۱۳۳۴ھ میں ہوئی۔ (۵۷)

○ مفتی لطف اللہ مراد آبادی رامپوری کا سال پیدائش ۱۲۹۴ھ لکھا (صفحہ ۱۳۳۵) دوسرے مقام پر ان کے والد مفتی سعد اللہ مراد آبادی کا یہی وفات کا سال بتایا (صفحہ ۹۸۲) اور درست یہ ہے کہ بیٹا مفتی لطف اللہ ۱۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ (۵۸)
اور ۱۲۹۴ھ میں والد مفتی سعد اللہ کی وفات ہوئی۔ (۵۹)

○ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن انصاری سہارنپوری مہاجر مکی کے بارے میں ہے کہ ۱۳۰۸ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی (صفحہ ۱۳۴۳) جبکہ مکہ مکرمہ میں ان کے شاگرد مولانا عبدالستار صدیقی دہلوی نے ۱۳۰۹ھ لکھا۔ (۶۰)

○ مولانا محمد حسن فیضی چکوالی کی وفات کا سال ۱۳۱۶ھ اور والد کا نام نور حسن بتایا (صفحہ ۱۳۵۵) لیکن ان کا انتقال ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں ہوا اور والد کا نام نور حسین ہے۔ (۶۱)

○ بعض اکابر علماء کرام جن کے علم و فضل پر سواد اعظم آگاہ و معترف ہے، ان کی مدح و ذم میں یہ الفاظ لکھے:۔

"شدید التعصب علی من خالفه، طویل اللسان بالتکفیر و التضلیل" (صفحہ ۹۴۶)

"شراً من الدین لاشرف الدین" (صفحہ ۹۸۶)

"قلیل الخبرة بالفقه و الحدیث" (صفحہ ۱۰۶۳)

"قلة الخبرة منه بعلوم السلف" (صفحہ ۹۴۶)

دوسری جانب ایک خاص مکتب فکر کے ائمہ' اپنے استاذ، سسر، اور بیٹا کے حالات بڑے اہتمام سے شامل کتاب کیے اور یوں مدح کی:۔

شاہ اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی بالاکوٹی (وفات ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) جن کی "تقویة الایمان" ندوۃ العلماء مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ انہیں عقلی و نقلی علوم کا ایسا سمندر قرار دیا جس کا کنارہ نہیں، الفاظ یہ ہیں:۔

"بحراً زاخراً فی المعقول و المنقول"۔ (صفحہ ۹۱۴)

صاحب کتاب مسائل الاربعین شاہ محمد اسحاق بن محمد افضل دہلوی مہاجر مکی (وفات ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ء) کے اوصاف میں یہ لکھا:

"الامام العالم المحدث" ۔(صفحہ ۹۱۱)

جبکہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی جنہوں نے شاہ اسحاق دہلوی کے بھائی شاہ یعقوب بن محمد افضل دہلوی مہاجر مکی سے اخذ کیا تھا، انہوں نے شاہ اسحاق دہلوی کے متعلق یہ رائے دی:

"نعم کان کثیر العبادۃ، قلیل العلم" (۶۲)

اپنے استاذ علامہ نذیر حسین دہلوی (وفات ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) کے اوصاف یوں بیان کیے:۔

"الشیخ الامام العالم الکبیر المحدث العلامۃ...... لایخاف فی اللہ لومۃ لائم"۔(صفحہ ۱۳۹۲)

جبکہ ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء میں سفر حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں مقامی حکام کے سامنے علامہ نذیر حسین دہلوی اور ان کے ساتھیوں کا سابقہ مذہب وعقیدہ سے برأت و توبہ اور سواد اعظم سے آملنے کا اعلان اور پھر بندرگاہ بمبئی پہنچتے ہی واقعہ مکہ مکرمہ کا انکار، اس توبہ نامہ کا عربی متن و اُردو ترجمہ قدیم و جدید اخبارات و کتب میں مطبوع و معلوم ہے۔(۶۳)

صاحب "نزھۃ الخواطر" نے اپنے سسر علامہ ضیاء النبی بن سعید الدین بن غلام جیلانی رائے بریلوی (وفات ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) کے حالات بھی مشاہیر ہند کے اس تذکرہ میں شامل کیے اور یوں مدح کی:۔

"برکۃ الدنیا و سر الوجود' لب لباب العرفان، کان آیۃ من آیات اللہ"۔(صفحہ ۱۲۵۰)

اپنے بہنوئی علامہ پروفیسر طلحہ بن محمد ٹونکی کراچوی (وفات ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) کے احوال بھی قارئین کی نظر کیے اور علمی مقام یہ بتایا:۔

”احد العلماء المبرزین فی الحدیث والرجال“ ۔(صفحہ ۱۲۵۴)

اور بیٹا علامہ عبدالعلی ندوی کے حالات بھی پیش کیے، جنہیں دوسرے بیٹا علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی نے مکمل کیا اور ان کے حق میں یہ لکھا:۔

”عالماً فقیہ النفس ...... کبیر الاعتناء بالحدیث النبوی الشریف“۔(صفحہ ۱۲۸۱)

دوسرے مقام پر اسی فرزند عبدالعلی ندوی کی پیدائش کی مناسبت سے ایک عالم کا موزوں کردہ عربی تہنیتی قصیدہ درج کیا (صفحہ ۱۳۴۱تا۱۳۴۲) اسی پر بس نہیں ۱۳۳۹ھ میں مصنف کے پوتا حسن مثنیٰ بن عبدالعلی بن عبدالحئ ندوی کی ولادت ہوئی تو اسی عالم کا اس مناسبت سے عربی قصیدہ بھی شامل کتاب کیا۔(صفحہ ۱۳۴۳)

○ ”نزھۃ الخواطر“ اسلام کی چودہ صدیوں کے مشاہیر اسلامیان ہند کا سب سے اہم و مفصل تذکرہ ہے لیکن اس میں لاتعداد غیر اہم افراد کے حالات بھی شامل کیے گئے ہیں مثلاً:۔

تیرہویں صدی ہجری میں صاحب ”نزھۃ الخواطر“ کے گھرانہ کے فرد سید احمد رائے بریلوی بالاکوٹی اور ان کے مرید شاہ اسمٰعیل دہلوی بالاکوٹی کے اعمال و افعال نمایاں رہے، جن سے مصنف کی فکری ہم آہنگی نیز گہری عقیدت تھی چنانچہ ان دو شخصیات سے تعلق رکھنے والے افراد کو مشاہیر ہند قرار دے کر اس تذکرہ میں جگہ دی اور تیرہویں صدی سے متعلق حصہ کی ضخامت اتنی بڑھی کہ ۱۰۳۱ شخصیات کے احوال آ گئے۔ ادھر ابتدائی ”سات صدیوں“ سے متعلق اجزاء میں کل ۲۶۳ شخصیات کے حالات ہیں۔ اس عدم توازن کی وجہ سے ہی قاضی اطہر مبارکپوری کو ”رجال السند والھند“ تصنیف کرنے کی تحریک ملی۔

علاوہ ازیں تیرہویں و چودھویں صدی کے مشاہیر میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور علامہ سید نذیر حسین دہلوی سے تعلق رکھنے والے افراد کا تذکرہ ضروری خیال کیا۔ جیسا کہ مولوی عبدالصمد پشاوری جن کی اہمیت و وجہ شہرت یہ بتائی کہ نواب بھوپالی کی تصانیف کی تصحیح انجام دینے پر مامور تھے۔ (صفحہ ۱۰۱۳)

اور رائے بریلی کے نزدیک مقام نصیر آباد کے علامہ سید کاظم علی جنہوں نے فارسی میں ''البحر المحیط'' تصنیف کی۔ ان کے حالات تک سرے سے رسائی ہی نہیں ہوئی پھر بھی کتاب میں جگہ دی اور محض البحر المحیط کے مصادر کا ذکر کر دیا۔ (صفحہ ۱۰۷۲)

رائے بریلی کے مولوی ریاست حسین بن خورشید علی (وفات ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء) کو بھی مشاہیر ہند قرار دیا، جنہوں نے رائے بریلی میں مدرسہ قائم کیا نیز تحریک خلافت کے رکن تھے۔ (صفحہ ۱۲۳۲)

علامہ محمد بن احمد اللہ سورتی (وفات ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء) جن کی اہمیت یہ بتائی کے بھوپال میں مساجد کے نگران نیز مصنف سے ملاقات تھی۔ (صفحہ ۱۳۳۸)

اور مولوی محمد بن عبداللہ جونا گڑھی (وفات ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء تقریباً) کے حالات میں خود ہی بتایا کہ کوئی علمی مقام نہ تھا، علم حدیث پر بھی کم آگاہی اور اصول نیز عربی نہیں جانتے تھے۔ اس کے باوجود مشاہیر ہند کے تذکرہ میں جگہ دی جو دلچسپ و عجیب ہے۔ (صفحہ ۱۳۴۴)

چریا کوٹ کی خاتون صالحہ بنت عنایت رسول (وفات ۱۳۱۸ھ/ ۱-۱۹۰۰ء) کے حالات میں بتایا کہ والد سے عقلی و نقلی علوم حاصل کیے نیز گھریلو کام، کھانا پکانے، سلائی کڑھائی کی ماہر تھیں۔ (صفحہ ۱۲۵۰)

''نزھة الخواطر'' کی اس بیروت اشاعت کی کتابت میں رہ گئی اغلاط میں

سے چند یہ ہیں:۔

○ ۱۳۷۸ھ کو ۱۰۷۸ھ لکھ دیا۔ (صفحہ۲۲)

○ الاثمار الجنیۃ (صفحہ۱۹۵، ۲۰۹) کو دوسرے مقام پر الثمار الجنیۃ لکھ دیا۔ (صفحہ۱۴۳۲)

○ جمع الجوامع کو جمیع الجوامع لکھا۔ (صفحہ۳۸۸)

○ حسنی گیلانی کو حسینی گیلانی بنا دیا۔ (صفحہ۶۴۴)

○ نور الصباح (۶۴) کو نور الایضاح لکھ دیا۔ (صفحہ۹۸۲)

○ محبّ اللہ کو محض ''محب'' لکھا (صفحہ۱۰۷۷) دوسرے مقام پر درست ہے۔ (صفحہ۱۰۸۸)

○ للفیض آبادی کو للفیفض آبادی لکھا۔ (صفحہ۱۰۹۰)

○ العزب کو الغرب بنا دیا۔ (صفحہ۱۰۰۴)

○ حسرۃ العالم (صفحہ۱۲۶۹) کو دوسری جگہ حسن العالم لکھا۔ (صفحہ۱۰۰۵)

○ عبد السلام کو عبد السلاح لکھا۔ (صفحہ۱۰۱۲، ۱۱۴۸)

○ الکردی کو الکروی لکھ دیا۔ (صفحہ۱۰۵۶)

○ الشبلنجی (۶۵) کو دو جگہ غلط کتابت کیا۔ (صفحہ۱۱۱۲، ۱۴۳۱)

○ النحراوی (٦٦) کو النجراوی لکھ دیا۔ (صفحہ۱۳۴۳)

○ ۱۴۱۷ کی جگہ ۱۴۰۶ لکھا۔ (صفحہ۱۴۱۵)

○ ۱۴۳۱ کی جگہ ۱۴۲۰ لکھ دیا (صفحہ۱۴۱۵)

○ ''نزھۃ الخواطر'' میں لاتعداد اہم و مشہور اسلامی شخصیات کے احوال کو جگہ نہیں دی گئی، یہاں اس نوع کے چند نام پیش ہیں:۔

شیخ سید جعفر صادق بن مصطفیٰ بن شیخ بن مصطفیٰ عیدروس جو حضرموت یمن کے

علمی ور روحانی شہر تریم میں پیدا ہوئے، ہندوستان ہجرت کی اور سورت شہر میں ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء میں وفات پائی۔ وہ شافعی عالم جلیل، صوفی کبیر اور صاحب کرامات تھے۔ ان کے احوال پر شاگرد شیخ عبداللہ بن جعفر مدھر باعلوی شافعی حضرمی ثم مکی (وفات ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) نے مستقل کتاب لکھی۔ نیز بھتیجا شیخ سید عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ بن شیخ بن مصطفیٰ عیدروس (وفات ۱۱۹۲ھ/ ۱۷۷۸ء) نے کتاب مراۃ الشموس بذکر سلسلۃ القطب العیدروس" میں درج کیے جس کا قلمی نسخہ مکتبہ احقاف تریم میں زیر نمبر ۲۱۶۹ محفوظ ہے۔ اور شیخ سید عیدروس بن عمر حبشی (وفات ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) نے "عقد الیواقیت الجوھریۃ" میں شامل کیے جو پہلی بار صاحب "نزھۃ الخواطر" کی زندگی میں چھپی۔ (۶۷)

شیخ سید جعفر صادق کی شخصیت خطہ پاک و ہند کے علماء و مشائخ کے سلاسل روایت و اسناد کے پہلو سے انتہائی اہم ٹھہری۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک جن صحابی غانم رضی اللہ عنہ سے شیخ جعفر صادق کی ۱۰۹۸ھ میں ملاقات ہوئی نیز مصافحہ کیا۔ پھر علماء ہند نے ان سے روایت کی اجازت پائی نیز مصافحہ کیا۔ یہ "سند المصافحۃ الجنیۃ" کہلائی اور مسندین نے اپنی تصانیف میں درج کی۔ محدث و مسند ہند شاہ ولی اللہ دہلوی (وفات ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کا یہ سلسلہ روایت محض ایک واسطہ بعد سید جعفر صادق سے اور کل تین واسطہ بعد رسول اللہ ﷺ سے متصل ہے۔ (۶۸)

۵ تحریک آزادی ہند کے رہنما مولانا محمد علی جوہر (وفات ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء) نے گول میز کانفرنس میں شرکت کے دوران لندن میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق محکوم ہندوستان کی بجائے قبلہ اوّل القدس الشریف فلسطین میں مسجد اقصیٰ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ آپ کا جسد خاکی بحری جہاز کے ذریعے مصر کی بندرگاہ پورٹ سعید پہنچایا گیا، جہاں ماہ رمضان کے باوجود شاہ مصر اور وزیر اعظم کے

نمائندگان دیگر اعلیٰ حکام وعوام نیز جامعہ ازھر قاہرہ کے وفد نے میت کا بھرپور استقبال کیا اور نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد بذریعہ ریل گاڑی منزل مقصود پر روانہ کی گئی۔ مسجد اقصیٰ میں پھر نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد شریک ہوئے نیز مفتی اعظم فلسطین شیخ سید محمد امین الحسینی (وفات ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء) وغیرہ نے تقاریر کے ذریعے خراج تحسین پیش کیا۔ امیر الشعراء احمد شوقی (وفات ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء) نے وفات کی مناسبت سے مرثیہ موزوں کیا اور جمعیة الشبان المصر یین قاہرہ کا وفد القدس الشریف تک ساتھ آیا جہاں نماز جنازہ کے بعد وفد کے سربراہ مؤرخ و پروفیسر عبدالوہاب بن احمد النجار (وفات ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) نے یہ مرثیہ سنایا۔ ادھر قاہرہ میں منعقد ایک مجلس میں امیر الشعراء نے خود پڑھا نیز ان کے دیوان ''الشوقیات'' میں شامل ہے۔ اور جامعہ ازھر کا جو وفد قاہرہ سے پورٹ سعید آیا تھا، شیخ سید محمد خضر بن حسین (وفات ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء) اس کے سربراہ اور ان دنوں جامعہ ازھر کے ترجمان رسالہ ''نورالاسلام'' کے مدیر اعلیٰ تھے، جو بعد ازاں ''شیخ الازھر'' کے منصب رفیع پر فائز ہوئے۔ انہوں نے رسالہ میں وفات کی خبر ''فقید الاسلام والشرق مولانا محمدعلی ''عنوان سے نمایاں طور پر شائع کی (۶۹) بعد ازاں قاہرہ کے ہی ڈاکٹر محمد رجب بیومی (وفات ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء) نے معاصرین مشاہیر مسلم شخصیات کے احوال پر سلسلہ مضامین شروع کیا تو مولانا محمد علی جوہر کی حیات وخدمات بھی قلم بند کیے' جو اُن کی ضخیم کتاب ''النهضة الاسلامية فی سير اعلامها المعاصرين ''میں شامل ہے۔ (۷۰)۔ جمعیت علماء پاکستان کا تین رکنی وفد مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایوانی (وفات ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (وفات ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) اور مولانا عمر الٰہی دہلوی پر مشتمل ۱۹۶۱ء میں القدس الشریف حاضر ہوا تو مولانا محمد علی جوہر کی قبر پر فاتحہ خوانی کی۔ (۷۱)۔ ادھر ۱۹۱۴ء میں

اصلاح ندوہ کی کوششوں کے ضمن میں زعماء کی ایک مجلس تشکیل دی گئی، مولانا محمد علی جوہر اس کے رکن تھے (۷۲) اور ۱۹۲۶ء میں ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ کانپور میں منعقد ہوا تو اس میں شریک تھے۔(۷۳) ''نزھۃ الخواطر'' آپ کے احوال سے خالی ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری (وفات ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) کی تصنیف ''خزینۃ الاصفیاء'' سے استفادہ اٹھایا (صفحہ ۱۴۲۳) لیکن اس اہم مورخ، عالم، ادیب و شاعر کے حالات شامل نہیں کیے۔

گزر چکا کہ علامہ ابوالکلام آزاد مصنف ''نزھۃ الخواطر'' کے احباب میں سے تھے اور اس کی اشاعت تعطل کا شکار ہوئی تو انہی کی تحریک و خواہش پر طباعتی عمل پھر سے جاری ہوا۔ علامہ ابو الکلام کے مفصل حالات تو اس میں شامل (صفحہ ۱۱۶۹ تا ۱۱۷۲) لیکن ان کے والد، عالم و مصنف، شاعر، مولانا خیر الدین خیوری دہلوی (وفات ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) کو دانستہ نظر انداز کیا۔(۷۴)

علامہ شبلی نعمانی (وفات ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء) جو ندوۃ العلماء سے وابستہ رہے، ان کے حالات شامل کیے (صفحہ ۱۲۴۱ تا ۱۲۴۲) نیز ان کے متعدد شاگردوں کو بھی جگہ دی (صفحہ ۱۲۷۶ تا ۱۲۷۷) ایک اہم و مشہور شاگرد پروفیسر مولانا نور بخش توکلی (وفات ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کو اس تذکرہ میں جگہ نہیں دی۔

مرزا غلام احمد قادیانی (وفات ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) کے افکار و دعاوی پر تو عرب قارئین کو آگاہ کیا اور احوال درج کیے (صفحہ ۱۳۱۷ تا ۱۳۱۹) لیکن اس کا ردو تعاقب کرنے والے اکابر علماء اسلام میں سے اکثر کے حالات ترک کیے، ایسے چند نام یہ ہیں، مولانا غلام دستگیر قصوری (وفات ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) مولانا سید دیدار علی الوری (وفات ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) مولانا سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی (وفات ۱۳۵۶ھ/

۱۹۳۷ء) مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر (وفات ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء) مولانا غلام محمد گھوٹوی (وفات ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)، مولانا اصغر علی روحی (وفات ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء)۔

چودہویں صدی ہجری میں جن علماء ہند بلکہ پوری اسلامی دنیا کے علماء میں سے عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دی' ان میں مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مدنی (وفات ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) کا نام سب سے اولین واہم ہے۔اور مفسرین قرآن کریم میں مولانا محمد نبی بخش حلوائی (وفات ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء)، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (وفات ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) نیز محدثین میں سے مولانا محمد ظفر الدین بہاری (وفات ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)، مولانا محمد سردار احمد لائل پوری (وفات ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) اور اہم فقہاء احناف میں سے مولانا امجد علی اعظمی (وفات ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کے نام مشہور ہیں، ''نزھۃ الخواطر'' ان معاصرین کے تذکرہ سے خالی ہے۔

علاوہ ازیں تحریک قیام پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ سے وابستہ سیاسی و مذہبی شخصیات، مفکر پاکستان علامہ اقبال، بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح، امیر ملت مولانا سید جماعت علی شاہ علی پوری نقشبندی سمیت مسلم لیگ کے دیگر رہنماؤں میں سے کسی ایک کے احوال ''نزھۃ الخواطر'' میں دست یاب نہیں۔دوسری جانب کانگریس نواز رہنما وعلماء حسین احمد فیض آبادی (صفحہ ۱۲۱۴ تا ۱۲۱۶) نیز علامہ ابوالکلام آزادوغیرہ کے حالات نمایاں طور پر درج ہیں۔

اور گزر چکا ہے کہ ''نزھۃ الخواطر'' میں سینکڑوں زندہ مشاہیر کے حالات شامل کیے گئے، جیسا کہ حسب ذیل چار غیر مقلد علماء، علامہ اعجاز احمد سھسوانی نقوی (وفات ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء) (صفحہ ۱۱۸۹ تا ۱۱۹۰) شیخ خلیل بن محمد یمانی بھوپالی کراچوی

(وفات ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) (صفحہ ۱۲۲۱ تا ۱۲۲۲) پروفیسر حکیم طلحہ بن محمد ٹونکی کراچوی
(وفات ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) (صفحہ ۱۲۵۳ تا ۱۲۵۴) علامہ شبلی بن عنایت اللہ بھوری
(وفات ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء) (صفحہ ۱۲۴۲) اور آخر الذکر نے کتاب میں مذکور شخصیات
میں سے سب سے آخر میں وفات پائی جو مصنف ''نزھۃ الخواطر'' کے بعد باون
برس زندہ رہے۔

ڈاکٹر اقبال انصاری ندوی کے کام کا جائزہ

کراچی کے مشہور محقق، ماہر رضویات، معارف رضا نیز المظہر نامی رسائل کے سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مجددی (وفات ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء) ہندوستان کے دورہ پر گئے تو علی گڑھ میں ڈاکٹر اقبال انصاری سے ملاقات اور "نزھة الخواطر" کے حوالے سے گفتگو ہوئی، پھر ایک تحریر میں اس کا یوں ذکر کیا:۔

"پروفیسر ڈاکٹر اقبال احمد انصاری ندوی سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی "نزھة الخواطر" پر نظر ثانی فرما رہے ہیں۔ جب راقم نے ایک ملاقات میں ایسی غلطیوں کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے بڑی وسعت قلبی سے فرمایا کہ اغلاط کی نشان دہی کردی جائے، اصلاح کردی جائے گی"۔ (۷۵)

"نزھة الخواطر" کی یہی "تصحیح شدہ" جدید اشاعت راقم کے پیش نظر اور اس سے بخوبی عیاں ہے کہ ڈاکٹر انصاری نے اس کے مندرجات پر کوئی تحقیق انجام نہیں دی اور تمام اغلاط نیز ناقص تراجم جوں کے توں ہیں۔ بلکہ "نزھة الخواطر" کے مصنفین نے جن کتب سے مواد اخذ کیا تھا، ان کی جو فہرست ڈاکٹر انصاری نے "کتابیات" عنوان سے مرتب وشامل کی، اس میں اہتمام ہے کہ ہر مصنف کا مکمل نام، سال ومقام اشاعت کا ذکر، نیز عربی فارسی اُردو زبان میں ہونے کی اطلاع

اور کتاب غیر مطبوع ہے تو یہ خبر دی کہ اس کا قلمی نسخہ کہاں اور کس نمبر کے تحت محفوظ ہے۔(۱۴۱۶ تا ۱۴۳۴) اس فہرست ''کتابیات'' میں خود ڈاکٹر انصاری نے بھی دو قسم کے خلل ونقص یادگار چھوڑے۔

۱۔ فہرست کے آخر میں تقریباً ساٹھ کتب کے نام الگ درج کیے اور بتایا کہ ان کے مطبوع یا غیر مطبوع ومحفوظ ہونے کے بارے میں مجھے مزید معلومات نہیں ملیں۔

۲۔ بعض کتب جن سے صاحب ''نزهة الخواطر'' نے اخذ کیا تھا، ان کے نام ''کتابیات'' میں سرے سے شامل ہی نہیں کیے۔ یہاں دونوں نقائص کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

○ صاحب ''نزهة الخواطر'' نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (وفات ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کی ثبت واسانید پر کتاب سے نقل کیا تھا (صفحہ ۱۳۶۱) ڈاکٹر انصاری کہتے ہیں مجھے اس کے مزید کوائف نہیں ملے (صفحہ ۱۴۳۱) جبکہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لائبریری کے ہی شعبہ مخطوطات میں قلمی نسخہ بنام ''ثبت الشیخ المحدث عبدالحق الدهلوی، الاسناد والاجازات'' زیر نمبر ۱۰۷ محفوظ جو ۳۱/ اوراق پر ہے۔(۷۶)

○ ملا علی قاری کی ''الاثمار الجنية في اسماء الحنفية'' بھی ''نزهة الخواطر'' کے مآخذ ومراجع میں سے ہے۔(صفحہ ۱۹۵) اس کے وجود بارے بھی لاعلمی کا اظہار کیا (صفحہ ۱۴۳۲) اس کا قلمی نسخہ بھی مسلم یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں زیر نمبر ۶۵/ ۵۴۳ نیز ۱۴۷ اوراق پر ہے اور خدا بخش لائبریری پٹنہ وغیرہ کتب خانوں میں بھی محفوظ ہے۔(۷۷)

اور اب تو یہ ایک نہیں دو مقامات سے شائع ہو چکی ہے۔ چنانچہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ میں رکھے قلمی نسخہ پر وہیں کے ڈاکٹر سلیم الدین احمد نے تحقیق انجام

دی اور اسی لائبریری نے ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء میں پہلی بار ۵۷۰ صفحات پر شائع کی۔ ادھر بغداد میں محکمہ اوقاف کے مرکزی کتب خانہ میں بھی "الاثمار الجنية" کا مخطوطہ موجود ہے، جس پر اربیل عراق کے ڈاکٹر عبدالحسن بن عبداللہ احمد (پیدائش ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) نے تحقیق انجام دے کر ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں بغداد سے ہی پی ایچ ڈی کی اور یہ ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں دیوان الوقف السني بغداد نے دو جلد کے ۹۹۰ صفحات پر شائع کی۔ دونوں اشاعتوں کا برقی عکس ان دنوں کمپیوٹر انٹرنیٹ پر ہے۔

○ مولانا رفیع الدین مراد آبادی (وفات ۱۲۲۳ھ/ ۱۸۰۹ء) کے سفرنامہ حجاز بزبان فارسی سے بھی بے خبر رہے (صفحہ ۱۴۳۳) جبکہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے ذخیرہ میں قلمی نسخہ ہے۔ (۷۸)

○ مولانا عبدالعزیز بن زین الدین معبری مالاباری (وفات ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء) کی "مسلك الاتقياء ومنهج الاصفياء على هداية الا ذكياء الى طريق الاولياء" جو ۹۹۳ء میں تالیف کی گئی اور ۱۲۹۲ھ میں مطبع بولاق قاہرہ سے چھپی (۷۹) اور "نزهة الخواطر" کے مصادر میں سے ہے (صفحہ ۳۴۲) ڈاکٹر انصاری کی "کتابیات" میں اس کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔

○ شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن محمد قریشی (وفات ۷۷۵ھ/ ۱۳۷۳ء) کی مشہور تصنیف "الجواهر المضيئة فى طبقات الحنفية" دائرة المعارف العثمانية حیدر آباد دکن نے ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء میں شائع کی (۸۰) اور صاحب "نزهة الخواطر" نے اس سے اخذ کیا (صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۰) کتابیات میں یہ بھی مذکور نہیں۔

○ شیخ احمد بن محمد شروانی یمنی ہندی کی "بحر النفائس" سے صاحب "نزهة الخواطر" نے اشعار نقل کیے (صفحہ ۱۰۹۸) نیز مصنف کے حالات میں بھی نام درج کیا (صفحہ ۹۰۳) ڈاکٹر انصاری نے اس کا نام فہرست میں شامل نہیں کیا۔

○ کتابیات کے ایک مقام پر مؤرخ مصر شیخ عبدالرحمٰن بن حسن جبرتی (وفات ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) کی ایک تصنیف ''تاریخ الجبرتی'' نام سے بتائی (صفحہ ۱۴۲۰) آگے چل کر ان کی دوسری کتاب ''عجائب الآثار فی التراجم والاخبار'' کے کوائف پیش کیے (صفحہ ۱۴۲۶) جبکہ یہ ایک ہی کتاب اور مطبوع ومتداول ہے۔

اس طرح کے نقائص کی بنا پر ہماری رائے ہے کہ ''نزھۃ الخواطر'' کے مآخذ و مراجع سے متعلق ''کتابیات'' کے زیر عنوان ڈاکٹر محمد اقبال انصاری ندوی صدر شعبہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام سے شامل یہ فہرست ان کی مرتب کردہ نہیں۔ بلکہ ان کے شاگردوں نے تیار کی اور خود انہوں نے نظر ثانی بھی نہیں انجام دی ۔ان جیسے فاضل کے کام میں مذکورہ بالا انواع کی خامیوں کی توقع نہیں رکھی جاسکتی۔

اور ''کتابیات'' سے قطع نظر ''نزھۃ الخواطر'' کے متن پر بھی ڈاکٹر ندوی کے تحقیقی عمل کی کوئی علامت نہیں۔ اور اغلاط پر مبنی عبارات کے تحت انہوں نے کوئی حاشیہ آرائی نہیں کی۔ اور خود متن کی تصحیح کرنا تو دور کی بات، جن دیگر محققین نے اپنی تصانیف میں ''نزھۃ الخواطر'' کی بعض اغلاط کو درست کیا تھا، اور ان کا ذکر اس تحریر میں آچکا، ''نزھۃ الخواطر'' کی اس جدید اشاعت میں بھی وہ اغلاط جوں کی توں موجود ہیں۔

اور علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی نے آٹھویں جلد کی تصنیف وتکمیل کے بعد جن ۱۲۴ مشاہیر کے سنین وفات تک عدم رسائی کا ذکر کیا تھا اور قارئین سے اطلاع دینے کی گزارش کی تھی (صفحہ ۱۱۶۰) ان شخصیات میں اکثر کے سنین وفات اب بآسانی دست یاب ہیں۔ڈاکٹر ندوی نے ان کے سنین وفات کے حصول واندراج کی بھی کوئی کوشش نہیں کی چند نام یہ ہیں:۔

○ مولانا حکیم سراج الحق بدایوانی وفات ۱۳۲۲ھ (صفحہ ۱۲۳۳) (۸۱)

”نزھۃ الخواطر“ کا اُردو ترجمہ

علامہ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی (وفات ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء) جن کا اصل نام عبدالغنی اور سوہدرہ ضلع سیالکوٹ کے باشندہ، غیر مقلد عالم' صحافی و شاعر تھے۔ قیام پاکستان کے بعد مختلف علمی اداروں کے لئے تصنیفی عمل انجام دیا' پندرہ سے زائد تصنیفات و تالیفات ہیں۔ انہوں نے ”نزھۃ الخواطر“ کے پہلے تین حصوں کا ترجمہ کیا۔ (۸۵)

○ مؤرخ ملتان و مشائخ سہرورد کے اہم سوانح نگار مولانا نور احمد خان فریدی (وفات ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء) نے اس ترجمہ بارے یہ رائے دی:۔ ”محکمہ اوقاف کو جب مولانا عبدالحیٔ کی مشہور تصنیف ”نزھۃ الخواطر“ کی عربی سے اُردو میں ترجمے کی ضرورت محسوس ہوئی تو ترجمہ کے لئے محکمہ اوقاف کی نظر انتخاب نوشہرہ کے ایک غیر مقلد ابو یحییٰ امام خان پر پڑی۔ چنانچہ اس نے اپنے مسلک کی روشنی میں اس کتاب کے ترجمے میں تحریف کی اور نا مناسب اضافے کر کے کتاب کا حلیہ بگاڑ دیا“۔

مولانا فریدی نے اپنی تصنیف ”خانقاہی نظام“ میں مندرجہ بالا تمہید کے بعد ترجمہ میں تحریف و اضافات کی متعدد مثالیں بھی پیش کیں (۸۶) دوسری تصنیف ”ملتان اور مؤرخین“ میں بھی ایک مثال درج کی۔ (۸۷)

○ علامہ انوار الحق قاسمی نے ”نزھۃ الخواطر“ کے آخری جز کو اُردو میں منتقل کر کے ”چودھویں صدی کے علماء برصغیر“ نام دیا جو مطبوع ہے۔

علامہ خورشید احمد خان جنہوں نے حنفی علماء وفقہاء کے منفرد اردو تذکرہ ''حدائق الحنفیہ'' پر بڑی محنت وکاوش سے تحقیق انجام دی' ان تراجم کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے: ''نزھۃ الخواطر'' کی آٹھ میں سے چار کا ترجمہ چھپ چکا ہے، اگرچہ یہ ترجمہ تسلی بخش نہیں''۔(۸۸)

مصنّفین کا تعارف

علامہ حکیم عبدالحیٔ لکھنوی ندوی

سید عبدالحیٔ بن فخر الدین ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء کو لکھنؤ کے نواح میں واقع شہر رائے بریلی (۸۹) سے ملحق گاؤں تکیہ کلاں کے صوفی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ (۹۰) دیو بندی مکتب فکر کے اولین امام سید احمد رائے بریلوی بالا کوٹی (وفات ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) بھی اسی خاندان و گاؤں کے فرد تھے۔ سید عبدالحیٔ نے علماء لکھنؤ سے تعلیم پائی پھر بھوپال پہنچے جہاں پر مقیم یمن کے عالم شیخ حسین بن محسن انصاری (وفات ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) وغیرہ سے شرعی علوم حاصل کیے نیز اطباء سے طب میں مہارت پائی۔ اور دہلی، سہارنپور، دیو بند وغیرہ مراکز کے سفر کیے جہاں کے علماء سے اخذ کیا۔ جن میں غیر مقلدین کے امام علامہ نذیر حسین دہلوی (وفات ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) (۹۱) کے علاوہ علامہ رشید احمد گنگوہی دیو بندی (وفات ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) اہم نام ہیں۔

پھر غیر مقلد عالم، حکیم، مؤرخ و سوانح نگار، ادیب و شاعر ہوئے اور عربی، فارسی اُردو میں پندرہ تصنیفات ہیں۔ سید عبدالحیٔ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے وابستہ ہوئے اور ناظم اعلیٰ کے معاون رہے تا آنکہ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور وفات تک فرائض انجام دیئے۔ ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء میں وفات پائی اور تکیہ کلاں میں قبر بنی۔ (۹۲)

علامہ ابوالحسن علی میاں لکھنوی ندوی

سید ابوالحسن علی بن عبدالحئی ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء میں تکیہ کلاں نزد رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالعلی ندوی نے پرورش کی اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے بیٹے نے کفالت کی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، لکھنؤ یونیورسٹی، دارالعلوم دیوبند نیز لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ اہم اساتذہ کے نام یہ ہیں، صاحب کتاب تحفۃ الاحوذی علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری (وفات ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء)، علامہ سید سلیمان ندوی (وفات ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء)، علامہ حسین احمد فیض آبادی دیوبندی (وفات ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء)، علامہ احمد علی لاہوری دیوبندی (وفات ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء)، ڈاکٹر محمد تقی الدین الھلالی مراکشی اور شیخ خلیل بن محمد عرب بن حسین بن محسن انصاری یمنی بھوپالی کراچوی۔ پھر دیوبندی عالم، مؤرخ و سوانح نگار، اُردو نیز عربی زبانوں کے ادیب، مصلح، مفکر، اور عالمی مبلغ ہوئے۔ دنیا بھر بالخصوص مشرق وسطی کے لاتعداد اسفار کیے، متعدد عالمی اداروں رابطہ عالم اسلامی، مدینہ منورہ یونیورسٹی کے مشاورتی بورڈ، دارالمصنّفین اعظم گڑھ وغیرہ کے رکن نیز عالمی رابطہ ادب اسلامی کے صدر رہے۔ ایک سو پچاس سے زائد تصانیف اُردو، عربی میں ہیں۔ حکومت سعودی عرب نے ۱۹۸۰ء میں شاہ فیصل عالمی ایوارڈ پیش کیا اور ۱۹۹۸ء میں حکومت متحدہ عرب امارات نے سال کی عظیم شخصیت کا ایوارڈ و انعام عطا کیا۔ نیز دوسرے موقع پر سلطان برونائی نے انعام سے نوازا۔ جبکہ ۱۹۳۴ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرس اور ۱۹۶۱ء میں اس کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ تا آنکہ اس منصب پر ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء میں تکیہ کلاں میں وفات پائی وہیں قبر بنی۔ (۹۳)

ندوۃ العلماء کا قیام و مزاج

یہاں ندوۃ العلماء کا کس قدر تعارف ضروری ٹھہرا، جس سے ''نـــــزهة الـخـواطـر'' کے مصنفین طویل عرصہ وابستہ رہے اور اسی دوران یہ کتاب تصنیف کی۔ ندوۃ العلماء، خطہ ہند پر اسلام سے وابستہ تمام مکاتب فکر کی نمائندہ تنظیم و جماعت کے طور پر قائم کی گئی، جس کے قیام کے اہم مقاصد یہ قرار پائے:۔

- عربی ذریعہ تعلیم کے مدارس کا احیاء و فروغ۔
- نظام تدریس و نصاب کی اصلاح۔
- اسلامی فرقوں کے درمیان اختلافات کی حدت کو ختم و کم کرنا۔
- اسلام کی عمومی خدمت و دفاع۔ (صفحہ ۱۳۶۸)۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے رہنما و صاحب کتاب تواریخ حبیب اللہ مفتی عنایت احمد کاکوروی نے کانپور شہر میں مدرسہ فیض عام قائم کیا تھا۔ بعد ازاں ان کے شاگرد مولانا محمد علی مونگیری (وفات ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) اس کے ناظم و مدرس رہے۔ انہی کے ہاتھوں مدرسہ فیض عام میں ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء میں تنظیم ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔ (صفحہ ۱۳۶۸ تا ۱۳۷۰) اس موقع پر اور پھر پہلے سالانہ اجلاس میں تمام اسلامی مکاتب فکر، سواد اعظم اہل سنت و جماعت، شیعہ، وھابیہ، نیچریہ کے اکابرین نے شرکت و خطاب کیا اور قیام کو خوش آئند قرار دیا، شرکاء میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

مولانا عبدالقادر بدایونی (وفات ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)، مولانا احمد حسن کانپوری (وفات ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء)، مولانا محمد حسین الہ آبادی اجمیری (وفات ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء)، مولانا لطف اللہ مراد آبادی رامپوری (وفات ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)، علامہ شبلی نعمانی (وفات ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء)، مولانا لطف اللہ علی گڑھی (وفات ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء)، مولانا وصی احمد سورتی (وفات ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء)، مفسر قرآن کریم مولانا عبدالحق حقانی دہلوی (وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء)، شیعہ مجتہد علامہ حکیم غلام حسنین کنتوری (وفات ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء)، علامہ محمود حسن دیو بندی (وفات ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)، مولانا احمد رضا خان بریلوی (وفات ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)۔

مولانا محمد علی مونگیری، مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا احمد حسن کانپوری ندوۃ العلماء کے روح رواں تھے۔ (۹۴) ان میں اوّل الذکر دونوں مفتی عنایت احمد کا کوروی کے شاگرد جبکہ مولانا کانپوری، مولانا علی گڑھی کے شاگرد تھے۔

لیکن آغاز میں ہی اس کے سالانہ اجتماعات میں اتحاد بین المسلمین کی بجائے فرقہ واریت کو ہوا دی جانے لگی اور بعض شرکاء اپنے عقائد کے پرچار و فروغ کے لئے استعمال کرنے لگے۔ اسی فضاء میں ندوۃ العلماء کے زیر اہتمام ایک مدرسہ کے قیام کی تجویز پر عمل ہوا، اور ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء کو لکھنؤ شہر میں ''دارالعلوم'' قائم کیا گیا جو بعد ازاں ''دارالعلوم ندوۃ العلماء'' نام سے جانا گیا۔

ندوۃ العلماء کے قیام کے مقاصد سے انحراف کی بنیاد پر متعدد اکابر علماء کرام اس کی تائید و معاونت سے الگ ہو گئے اور اصلاح کے لئے ایک طویل تحریک کا حصہ بنے۔ اس کے بانی مولانا محمد علی مونگیری بھی اختلافات کی بنیاد پر ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء میں نظامت کے منصب سے مستعفی ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تا آنکہ وفات پائی۔

پھر غیر مقلد عالم علامہ محمد مسیح الدین شاہجہانپوری (وفات ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء)

ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں وہ بھی مستعفی ہوئے۔ تب اس منصب و ذمہ داری کے لئے حسبِ خواہش کوئی اہل نہ ملا اور چند برس مختلف افراد نے مل کر انتظام و انصرام انجام دیا تا آنکہ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں علامہ شبلی نعمانی ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ جو معتزلی الفکر (صفحہ ۱۲۴۲) اور عالم دین ہونے کے باوجود پابند شرع نہ تھے۔ ان پر پابندی نماز، عورتوں سے میل ملاقات اور ذہنی معاملات میں آزاد خیالی کے الزامات تھے (۹۵) اور ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء میں اختلافات کی وجہ سے انہوں نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ علامہ شبلی نعمانی کی دعوت پر ہی قاہرہ مصر میں وھابی فکر کے اولیس اہم مبلغ علامہ محمد رشید رضا (وفات ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) نے ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا دورہ کیا۔ (۹۶)

مصنف ''نـزهـة الـخـواطـر'' مختلف حیثیت سے ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء سے ندوۃ العلماء میں کام کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں ناظم اعلیٰ کے منصب پر پہنچے اور وفات ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء تک فائز رہے۔ ان کے فوراً بعد علماء غیر مقلدین کے سرتاج نواب صدیق حسن خان کے بیٹا نواب علی حسن خان بھوپالی (وفات ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء) ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ جن کے بعد مصنف ''نزهة الخواطر'' کے بڑے فرزند ڈاکٹر سید عبد العلی ندوی اپنی وفات ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء تک اس منصب پر تعینات رہے۔ پھر صاحب ''نزهة الخواطر'' کے چھوٹے بیٹا علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی ناظم اعلیٰ نامزد ہوئے اور وفات ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ھ تک متمکن رہے۔ تب سے اب ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء تک ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا منصب مصنف ''نزهة الخواطر'' کے نواسہ علامہ محمد رابع حسنی (پیدائش ۱۳۴۹ھ/ ۱-۱۹۳۰ء) کے سپرد ہے۔ اور ندوۃ العلماء نام سے مختلف مکاتب فکر کے اکابر علماء کے تعاون سے جو تنظیم مدرسہ فیض عام کانپور میں قائم کی گئی تھی اس کے اہداف اور وجود ابتدائی برسوں میں ہی بکھر گئے اور

آج کا ندوۃ العلماء مکمل طور پر مصنف ''نزھۃ الخواطر'' کے خاندان کے ہاتھوں میں اور محض ان کے افکار وعقیدہ کے تابع ہے۔

رائے بریلی کے اس گھرانہ کی ندوۃ العلماء سے وابستگی سے اس ادارہ پر کیسے اثرات مرتب ہوئے۔ یہ جاننے کے لئے اس کے اولین فرد مصنف ''نزھۃ الخواطر'' علامہ حکیم عبدالحئیؒ لکھنوی کے بارے میں پاکستان کے مشہور محقق خواجہ رضی حیدر جو روزنامہ حریت کراچی کے سابق سب ایڈیٹر اور قائداعظم اکیڈمی حکومت پاکستان کراچی کے سابق محقق نیز ندوۃ العلماء کی تاریخ وکارکردگی پر گہری نظر رکھتے ہیں، ان کی رائے وتحقیق یہ ہے:۔

''ایک شخصیت ہر اختلافی موڑ پر سرفہرست نظر آتی ہے اور وہ ہے مولوی عبدالحئی رائے بریلوی کی ذات۔ دراصل ندوہ میں اس شخص کی ۲۵ دسمبر ۱۸۹۵ء میں شمولیت اور بحیثیت مددگار ناظم کے انتخاب کے بعد سے ہی مقلدین کے انخلاء اور ندوہ پر غیر حنفی اور غیر مقلدین کا غلبہ شروع ہوگیا تھا۔

مولوی عبدالحئیؒ نے اپنی عبا میں شریعت وطریقت کے ہفت رنگ کے پیوند لگا رکھے تھے اور کبھی اپنے اصل رنگ کو ظاہر نہیں ہونے دیا لیکن اس کے باوجود عدم تقلید ان کی عبا کا بنیادی رنگ تھا۔ جس کا اندازہ ان کی تحریروں اور ندوہ میں شمولیت کے بعد ان کے کردار سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ دراصل اکثریت سے کٹ کر کبھی بھی اقلیتی تحریکیں پروان نہیں چڑھ پاتی ہیں اس لئے مولوی عبدالحئیؒ کے لئے یہ ناگزیر تھا کہ وہ مقلدین سے کٹ کر یا ان کا ندوہ سے فوری طور پر پتہ صاف کر کے ندوہ کے معاملات پر گرفت کرلیں۔ اس لئے وہ شروع سے ہی مقلدین کی آڑ میں اپنا کھیل کھیلتے رہے اور بالآخر علامہ شبلی نعمانی کے استعفیٰ کے بعد ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو وہ ندوہ کے ناظم منتخب ہوگئے

اور مرتے دم تک اس حیثیت سے کام کرتے رہے۔

اس تمام عرصے میں ندوہ غیر مقلدین کا گڑھ بن چکا تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالحئی کے بعد نواب حسن علی خان ناظم مقرر ہوئے اور ان کے فوراً بعد ہی مولوی عبدالحئی کے لڑکے حکیم سید عبدالعلی ناظم ندوۃ العلماء مقرر ہوئے جس کے بعد ندوہ کی نظامت اور ندوہ، عبدالحئی کے گھر تک محدود ہو کر رہ گیا اور آج بھی مولوی ابوالحسن علی ندوی کا سکہ ندوہ پر چلتا ہے''۔(۹۷)

گویا حکیم عبدالحئی ندوی فکر و اعتقاد میں غیر مقلدین کے ہمنوا تھے۔ جبکہ فرزند علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی نے غیر مقلد نیز دیوبندی فکر کے علماء عرب و عجم سے تعلیم پائی پھر علامہ ابو الاعلیٰ مودودی (وفات ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء) کی قائم کردہ جماعت اسلامی میں شامل اور لکھنؤ شہر کے صدر ہوئے۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد علامہ مودودی کے افکار و منہج کو سلف صالحین اور دین کی روح سے بعید قرار دے کر الگ ہو گئے۔ جون ۱۹۵۶ء میں دونوں اسلامی کانفرنس منعقدہ دمشق میں شریک ہوئے نیز خطاب کیا تب علامہ مودودی نے اُردو میں تقریر کی جس کا عربی ترجمہ علامہ علی میاں نے حاضرین تک پہنچایا (۹۸) جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد علامہ محمد الیاس کاندھلوی (وفات ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) کی قائم کردہ تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوئے لیکن فکری جمود کے عذر پر اس سے بھی دور ہوئے البتہ زبان و قلم کی حد تک تبلیغی جماعت کی معاونت جاری رکھی۔

بعدازاں دعوت کا اپنا انداز اپنایا جس کے لئے بیرونی دنیا بالخصوص عرب ممالک کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور عدم تشدد، صلح کل نیز ادبی اسلوب و طریقہ کار اپنایا پھر اپنے دور کی اسلامی دنیا میں عربی ادب کے اہم فرد مانے گئے اور تحریروں نیز شخصیت کو عالمگیر شہرت ملی۔ عرب دنیا کے مختلف مکاتب فکر تک اپنے افکار و پیغام

پہنچانے کے لئے اہم موضوعات نیز حالات حاضرہ پر عربی تقاریر کیں اور عربی کتب لکھیں جن کے نام یہ ہیں:۔

اولین اہم عربی کتاب ''ماذاخسر العالم بانحطاط المسلمین ''جو عرب دنیا میں تعارف کا ذریعہ بنی۔ اس پر مصر کے نامور ادیب ڈاکٹر احمد امین (وفات ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء) نے مقدمہ لکھا اور انہی کے اہتمام سے یہ پہلی بار ۱۹۵۰ء میں قاہرہ سے چھپی تھی۔ اس کی دوسری اشاعت پر اخوان المسلمون مصر کے مشہور رہنما صاحب تفسیر فی ظلال القرآن سید قطب (وفات ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۶ء) نے تقریظ لکھی اور یہ کتاب بارہا شائع ہوئی۔

اگلے مرحلہ میں دمشق یونیورسٹی میں شریعت کالج کے صدر اور ملک شام میں اخوان المسلمون کے سربراہ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی (وفات ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء) کی خواہش پر علامہ علی میاں ندوی نے دمشق یونیورسٹی میں مختلف موضوعات وشخصیات پر ۱۴ اپریل ۱۹۵۶ء سے ۳۰ مئی تک آٹھ لیکچر دیئے جن میں سے ایک امام احمد بن حنبل کی شخصیت پر تھا۔ یہ لیکچرز کتابی صورت میں دمشق سے ہی شائع کیے گئے جس پر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء میں تقدیم لکھی۔ (۹۹)

ڈاکٹر یوسف قرضاوی (پیدائش ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء) جو مصر کے باشندہ اور قطر میں مقیم ہیں، مشہور مفکر وداعی اجتہاد، نامور خطیب، صلح کل اور اخوان المسلمون سے وابستہ رہے، ان سے علامہ علی میاں کے گہرے روابطہ استوار ہوئے حتیٰ کہ ڈاکٹر قرضاوی نے ان کے احوال پر مستقل کتاب لکھی (۱۰۰)۔ چنانچہ سید قطب مصری، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر یوسف قرضاوی وغیرہ سے روابط کے باعث علامہ علی میاں عرب دنیا کی سیاسی اسلامی جماعتوں' اخوان المسلمون' جماعت اسلامی مصر وغیرہ سے وابستگان کے ہاں پہچانے گئے۔ نیز ''القاعدہ'' جس نے انہی جماعتوں کے بطن سے

جنم لیا۔

اور ڈاکٹر احمد امین جیسے ادیب سے تعلق اور پھر ادبی موضوعات پر عربی مضامین نیز مختارات من ادب العرب، نظرات فی الادب' نامی کتب اور اپنے عمومی اُسلوب کے باعث عرب دنیا کے ادبی حلقوں نے اپنے ہی قبیلہ کا فرد جانا۔

دمشق یونیورسٹی میں جو لیکچر دیئے تھے۔ ان میں آخری موضوع امام الصوفیہ حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالی (وفات ۵۰۵ھ/ ۱۱۱۱ء) کی حیات و خدمات تھا۔ پھر مولانا جلال الدین رومی (وفات ۶۷۲ھ/ ۱۲۷۳ء) کے احوال قلم بند کیے۔ (۱۰۱) بعد ازاں شیخ سید محی الدین عبدالقادر بن موسیٰ جیلانی حسنی بغدادی (وفات ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کے حالات پر مستقل عربی کتاب ''الامام عبدالقادر الجیلانی'' نیز امام ربانی شیخ احمد بن عبدالاحد فاروقی سرہندی (وفات ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۵ء) کی خدمات پر کتاب '' الامام السرھندی، حیاتہ و اعمالہ '' تصنیف کیں جو عرب دنیا سے شائع ہوئیں۔

اور یہ چاروں اکابرین' عرب و عجم کے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے ہاں ائمہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ جبکہ امام غزالی کے احوال و آثار پر شام و مصر میں خاصا کام ہو ااور ان سے متعلق لیکچر اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے عرب عوام و محققین نیز مستشرقین کی نظر میں آیا۔ ادھر شام، عراق، ترکی میں مولانا جلال الدین رومی سے منسوب سلسلہ ''مولویہ'' رائج و مقبول' لہٰذا ان کی شخصیت پر علی میاں کی عربی تحریر اس سلسلہ سے وابستگان تک پہنچی۔ اور شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے منسوب قادریہ سلسلہ دنیا کے ہر کونہ میں رائج نیز شام و عراق میں ان کی نسل موجود اور ان کے احوال و آثار پر تحریریں' اس سے متعلق عوام نیز مؤرخین کی ضرورت ٹھہریں۔ ادھر امام ربانی سے منسوب نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ سے وابستگان حجاز مقدس، شام و عراق اور مصر و ترکی

میں بڑی تعداد میں ہیں یوں ان پر لکھی گئی کتاب کی وجہ سے علی میاں ندوی وہاں کے نقشبندی حلقوں میں مقبول ہوئے۔

مزید یہ کہ محدث ہند شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلوی (وفات ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کے احوال پر عربی کتاب "الامام الدهلوی" لکھی اور شاعر اسلام و مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال (وفات ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) کی شخصیت پر پہلے "شاعر الاسلام الدکتور محمد اقبال" پھر "روائع اقبال" لکھیں جو شائع ہوئیں۔ شاہ ولی اللہ کی شخصیت عرب دنیا میں دو وجہ سے جانی جاتی ہے۔ ایک اپنی تصانیف ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء اور حجة الله البالغة وغیرہ کی بنا پر جبکہ دوسری وجہ ان کا مسند ہند اور علم روایت و اسناد میں باکمال ہونا ہے۔ اور قاہرہ میں اقبال دوست ادباء و مفکرین کی تنظیم قائم ہے نیز عرب ممالک میں اقبال شناس حلقہ موجود ہے۔ چنانچہ خطہ پاک و ہند کی ان دو معروف شخصیات پر تصانیف کے سبب علی میاں کی رسائی ان حلقوں تک ہوئی۔

وھابی فکر کے امام الاکبر شیخ احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ (وفات ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) کے افکار و معتقدات پر بھی مستقل کتاب لکھی۔ جس باعث ان کے مقلدین و معتقدین بالخصوص اہل نجد کے ہاں قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے۔

اور علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی کی مزید عربی تصانیف میں سے صلاح الدين الايوبی البطل الناصر لدين الله، امريكا واوروبا واسرائیل، المأساة الفلسطينية فی بيروت اور المسلمون و قضية فلسطين نامی کتب مسئلہ فلسطین میں فعال افراد اور جماعتوں کے ہاں مقبول ہوئیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حالات پر علی میاں کی محض ایک کتاب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں "المرتضیٰ" نام سے چھپی اور یہ عراق لبنان سعودی عرب

وغیرہ کے شیعہ، نیز تفضیلیہ اور ملک شام کے نصیریہ فرقہ نیز علوی النسب افراد کا خاص و پسندیدہ موضوع ہے۔

بچوں کے لئے القراۃ الراشدہ للاطفال ' قصص من التاریخ الاسلامی للاطفال ' قصص البنین للاطفال نامی کتب لکھیں۔

اردن ویمن گئے تو سفرنامہ ''نفحات الایمان بین صنعاء و عمان'' قلم بند کیا۔ اور مراکش کا سفرنامہ ''اسبوعان فی المغرب الاقصیٰ '' نام سے ہے جن میں ان ممالک کی شخصیات واحوال تحریر کیے۔ علاوہ ازیں مختلف عرب ممالک کے عوام وحکام سے خطاب تحریر کیے۔ چنانچہ اہل کویت کے بارے میں ''اسمعی یا زھرۃ الصحراء '' اہل شام کے متعلق ''اسمعی یا سوریۃ '' اور اہل مصر سے '' اسمعی یا مصر'' میں مخاطب ہوئے۔ پھر عرب عوام وقیادت کے بارے میں حسب ذیل کتب لکھیں:۔

احادیث صریحۃ مع اخواننا العرب والمسلمین، بین العرب و جزیرۃ العرب، العرب والاسلام ، کیف دخل العرب التاریخ ، کیف یستعید العرب مکانتھم الائقۃ بھم وکیف یحافظون علیھا، کیف ینظرون المسلمون الی الحجاز والجزیرۃ العرب، مستقبل الامۃ العربیۃ الاسلامیۃ بعد حرب الخلیج ۔

مذکورہ بالا عربی کتب' رائے بریلی، لکھنؤ، کراچی، لاہور، بیروت، دمشق، حلب، قاہرہ ورباط سے شائع ہوئیں نیز بعض کی اشاعت کا اہتمام رابطہ عالم اسلامی اور ابطہ الادب الاسلامی العالمیہ نے کیا۔

بیرونی دنیا بالخصوص عرب ممالک سے روابط بڑھانے کی ایک اور راہ یہ نکالی کی

۱۹۷۵ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام پر پچاسی برس مکمل ہونے پر لکھنؤ میں عالمگیر جشن کا اہتمام کیا، جس میں عرب دنیا و دیگر ممالک کے مشہور علماء و مفکرین کو مدعو کیا اور ان کے استقبال و قیام کا اعلیٰ اہتمام کیا۔

علاوہ ازیں عرب ممالک میں ''مسند'' کے طور پر جانے گئے اور علم روایت و اسناد سے لگاؤ رکھنے والے علماء و طلباء نے مختلف مواقع پر علی میاں ندوی سے روایت کی اجازت حاصل کی۔

ان اعمال و افعال کے نتیجہ میں ان کی شخصیت کو عالمگیر شہرت و مقبولیت ملی اور وہ ایک مفکر، مصلح، مدرس، مسند، عربی زبان کے اہم ادیب کے طور پر جانے گئے۔ عرب دنیا میں ان کا موازنہ و تقابل اپنے دور کے مشہور عرب ادباء و مفکرین ڈاکٹر طٰہٰ بن حسین (وفات ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء)، ڈاکٹر احمد امین، سید قطب اور اصلاح و تجدید کے پہلو سے مفتی محمد عبدہ مصری (وفات ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) سے کیا جانے لگا۔

اس صلح کل رویہ و منہج کی بنا پر وہ عرب دنیا کے طبقہ ادباء میں نمایاں ادیب، اور اہل سنت و صوفیہ کی مجالس میں اہم سنی عالم و صوفی، ادھر وھابی حلقوں میں معتمد خاص و خطہ ہند پر نمائندہ تصور کیے گئے۔ اور عرب حکومتوں نے بھی پذیرائی بخشی، سرکاری علمی اداروں کی رکنیت نیز اعلیٰ انعامات سے نوازا، اور یہ علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی کی شخصیت و افکار کا ایک رُخ تھا۔

اب دوسرا رخ ملاحظہ ہو جماعت اسلامی سے الگ ہونے کے بعد اس کے بانی اور کارکنان سے تعلقات استوار رکھے۔ اور عرصہ بعد علامہ مودودی و سید قطب مصری کی سیاسی امور میں منہج و فکر سے اختلاف اور اپنے مؤقف کے بیان پر کتاب ''التفسیر السیاسی للاسلام فی مرأۃ کتابات الاستاذ ابی الاعلیٰ المودودی و سید قطب'' لکھی جو پہلی بار علامہ مودودی کی وفات سے چند ماہ

قبل ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۸ء میں چھپی۔ جس کے جواب میں جماعت اسلامی ہند کے نائب امیر و جماعت کے ترجمان رسالہ ''زندگی'' کے ایڈیٹر سید احمد عروج قادری (وفات ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء) نے اُردو کتاب لکھی جسے عبدالحسیب اصلاحی نے عربی میں ڈھالا اور یہ ''التفسیر الحقیقی للاسلام، مقارنة بین آراء المودودی والندوی'' نام سے ۱۴۰۲ھ میں مکتبہ المنهل جدہ نے ۱۲۲ صفحات پھر دار الجامعة الاسلامیة کیرالا نے ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء میں ۴۲ صفحات پر شائع کی۔

قبل ازیں سعودی عرب کے سرکاری تبلیغی ادارہ نے حضرت مجدد الف ثانی کے احوال پر علامہ علی میاں ندوی کی تصنیف ''الامام السرهندی، حیاته و اعماله'' کی خرید و فروخت اور اشاعت پر پابندی عائد کر دی۔

خطہ نجد کے عالم و قاضی، شیخ حمود بن عبداللہ تویجری (وفات ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء) نے ''القول البلیغ'' تالیف کی تو چند صفحات پر علامہ ابوالحسن ندوی کے صلح کل رویہ کو وھابیہ پر بے نقاب کیا۔ (۱۰۲)

اور کویت میں مقیم ہندوستان کے غیر مقلد عالم صلاح الدین مقبول احمد گونڈوی (پیدائش ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) نے تو ان کی شخصیت و افکار کے دوسرے رخ پر ضخیم عربی کتاب لکھ دی جو پہلی بار ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء میں ''غراس للنشر'' کویت نے ''الاستاذ ابو الحسن الندوی، الوجه الآخر من کتاباته' نام سے ۷۴۰ صفحات پر شائع کی۔

محدث و مسند ہند شاہ ولی اللہ دہلوی کے پوتا شاہ اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی کی اُردو تصنیف ''تقویة الایمان'' کا موضوع اور اسلوب و انداز بیان اہل علم پر مخفی نہیں۔ یہاں فقط مصنف کے چچازاد بھائی مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین

دہلوی (وفات ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء) کی رائے ذکر کرنا کافی ہوگا، جنہوں نے تقویۃ الایمان کو ''ف'' کے ساتھ ''تفویۃ الایمان'' قرار دیا۔(۱۰۳) ندوۃ العلماء کے قیام کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ وسبب اسلامیان ہند کے درمیان اتحاد ویگانگت نیز اختلافات کی حدت کو کم کرنا تھا لیکن یہ ادارہ علامہ علی میاں ندوی کے ہاتھ آیا تو تقویۃ الایمان اس کے مرکز نیز اندرون ہند و دیگر ممالک میں اس کے تحت مدارس کے نصاب میں شامل کی گئی۔

دہلی کے مشہور عالم ونقشبندی مرشد کبیر شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی (وفات ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء) جنہوں نے جامعہ ازھر قاہرہ میں اکابر علماء کرام سے تعلیم حاصل کی پھر اُردو فارسی عربی میں متعدد کتب یادگار چھوڑیں۔ ان کی تقویۃ الایمان کے متعلق یہ رائے ہے:

> ''اگر رسالہ تقویۃ الایمان کا صحیح ترجمہ عربی میں کیا جائے اور عرب ممالک کو بھیجا جائے، بجز نجدیوں کے کوئی اس کی حمایت نہیں کرے گا''۔ (۱۰۴)

ادھر علامہ محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی (وفات ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) کی تحریک پر علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی نے ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں تقویۃ الایمان کا عربی ترجمہ کیا۔ جو اُن کی زندگی میں ہندوستان سے شائع کیا گیا، اپنے صلح کل رویہ اور تمام مکاتب فکر میں مقبولیت وشہرت کو بچانے کے لئے عرب دنیا سے اشاعت نہیں کی گئی۔

مترجم علامہ علی میاں کی وفات کے بعد حیدر آباد دکن کے عبدالماجد غوری ندوی (پیدائش ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) نے اس پر تحقیق انجام دی اور یہ مروجہ نئے انداز میں دار وحی القلم دمشق نے پہلی بار ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء میں ''رسالۃ التوحید

المسمی تقویۃ الایمان'' نام سے ۱۹۲ صفحات پر شائع کی۔

اس ترجمہ کے بارے میں مولانا ابو مالک انس کی عربی تحریر'' الفرق بین التوحید للدهلوی (ترجمة الندوی) و کتاب ابن عبدالوهاب ''عنوان سے ان دنوں انٹرنیٹ پر ہے، جن کے بقول'' دہلوی کی کتاب کا ترجمہ التوحید اور ابن عبدالوھاب کی کتاب التوحید میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ محض یہ کہ شدت و تکفیر پر مبنی اُردو عبارات کو ابوالحسن ندوی نے ترجمہ میں علمی انداز و اُسلوب اور نرم الفاظ میں بیان کیا۔ لیکن موضوعات اور مؤقف میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ اور بے شک ابوالحسن ندوی ایک اہم مبلغ اور سوانح نگار تھے لیکن عقیدہ جیسے حساس معاملہ میں قابل اعتماد نہیں''(۱۰۵)

ادھر دمشق میں مقیم ڈاکٹر جبریل حداد صالحی نقشبندی (پیدائش ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) نے تقویۃ الایمان کے عربی ترجمہ کا رد عربی و انگریزی زبانوں میں لکھا ہے۔(۱۰۶)

ہندوستان کے باشندہ ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (پیدائش ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۴ء) مقیم برطانیہ ۲۰۰۵ء میں ملک شام کے دورہ پر گئے تو سفرنامہ عربی میں طبع کرایا، جس میں بتایا کہ'' رسالة التوحید'' کی شام سے اشاعت اور اس کے مندرجات پر آگاہ ہونے پر شام کے بعض علمی حلقوں کو یہ کتاب پسند نہیں آئی۔ ڈاکٹر اکرم ندوی کے الفاظ یہ ہیں:۔

'' لم یعجب هذا الکتاب بعض الدوائر العلمیة فی هذه البلاد'' (۱۰۷)

علاوہ ازیں ابوعثمان کویتی نامی کسی وھابی کی عربی تحریر حسب ذیل ویب سائٹ پر '' ابو الحسن الندوی و الوجه الآخر من کتاباته ''عنوان سے ہے۔ جس

میں یہ لکھا:

''ابوالحسن ندوی نے اہل بدعت کے خلاف لکھی گئی ''تقویۃ الایمان'' جیسی اہم کتاب کا عربی ترجمہ کیا لیکن عقیدہ کے میدان میں خود ابوالحسن ندوی کی تحریروں میں اضطراب و تناقض کی کیفیت نمایاں ہے۔ علاوہ ازیں شیخ ابن تیمیہ پر ان کی اُردو تصنیف کو سعید الرحمٰن اعظمی نے عربی میں منتقل کیا تھا لیکن اس کی عربی اشاعت کے مندرجات، اصل اُردو کتاب کے مندرجات سے مختلف ہیں''۔ (۱۰۸)

''نزھۃ الخواطر'' کے تصنیفی عمل کو مکمل کرنے والے علی میاں کے دور نظامت کی ایک اور کارروائی بھی قابل ذکر ہے۔ چنانچہ ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد ایک طالب علم نظام الدین بن عبدالرحمٰن ''اعلیٰ تعلیم'' کے لئے لکھنؤ سے سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض بھیجے گئے جہاں کی ابن سعود یونیورسٹی سے ''البریلویۃ تاریخھا'' عقائدھا و دورھا فی مسلمی الھند ''عنوان پر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی (پیدائش ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۲ء) نیز ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی (پیدائش ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء) کی نگرانی میں ۲۷۸ صفحات کے مقالہ پر ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء میں ایم فل کیا۔ پھر ایک منصوبہ کے تحت یہ مقالہ فوری طور پر پاکستان کے غیر مقلد علامہ احسان الٰہی ظہیر (وفات ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء) تک پہنچایا گیا جنہوں نے اس کے مندرجات کو اپنے الفاظ میں منتقل کیا اور نظام الدین ندوی کو ایم فل کی سند کے اجراء کے محض چند ماہ بعد ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء کے آغاز میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کی تصنیف کے طور پر '' البریلویۃ، عقائد و تاریخ ''نام سے شائع کی گئی، جس کی کتابت و طباعت کا اہتمام مدینہ منورہ میں مقیم دیوبندی گروہ نے کیا اور سعودی عرب کے سرکاری تبلیغی ادارہ نے ہزاروں کی تعداد میں خرید کر عرب و عجم میں مفت تقسیم کی۔

تحریک اصلاح ندوۃ العلماء کے ضمن میں مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۱۳۱۷ھ میں ایک عربی کتاب ''فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین'' تالیف و مرتب کی تھی۔ (۱۰۹) اب رضا اکیڈمی لاہور کے بانی رکن، محقق و عالمی مبلغ مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری (وفات ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) کی تحریک واہتمام سے استنبول میں واقع شیخ حسین حلمی ایشیق حنفی نقشبندی مجددی (وفات ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء) کے قائم کردہ عالم اسلام کے مشہور تبلیغی واشاعتی ادارہ نے فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین کا عربی متن طبع کرا کے دنیا بھر میں حسب معمول بلا معاوضہ تقسیم کیا۔ یہ اشاعت علامہ علی میاں ندوی کو ناگوار گزری چنانچہ شیخ حسین حلمی ایشیق کو ایک خط استنبول روانہ کیا جس میں اس نوع کی کوششوں کو ماضی کا حصہ قرار دیا۔ شیخ حسین حلمی نے یہ خط حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے ملاحظہ کے لئے استنبول سے لاہور روانہ کر دیا۔

علامہ علی میاں ندوی اڑتیس برس تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم وسرپرست اعلیٰ رہے اور شاعر اسلام ومفکر پاکستان علامہ محمد اقبال کی شاعری پر عرب دنیا میں خطاب کیا نیز عربی میں مستقل کتاب لکھی جس کا ذکر گزر چکا، لیکن علامہ اقبال کے سیاسی افکار سے کوئی تعلق نہ تھا اور دوقومی نظریہ نیز قیام پاکستان کے بارے میں اپنے استاذ علامہ حسین احمد فیض آبادی دیوبندی کے مؤقف کے بھرپور مؤید تھے جس کا ''فی مسیرۃ الحیاۃ'' میں خود ذکر کیا۔ (۱۱۰)

۱۸۹۳ء میں ''ندوۃ العلماء'' نام سے مختلف مکاتب فکر کے اکابرین علماء ہند کے تعاون سے اتحاد بین المسلمین اور اسلام کے فروغ کے لئے مشترکہ کوششیں کرنے کی غرض سے جو تنظیم قائم کی گئی تھی وہ ابتداء میں ہی اپنے اہداف ومقاصد سے ہٹ گئی اور مصلحین علماء ومفکرین کی تمام تر سعی کے باوجود جانبر نہ ہو سکی۔ چنانچہ آج کے ندوۃ العلماء سے مراد محض ''دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ'' ہے جس میں چند عشرے قبل ہر فرد

کے لئے داخلہ وتعلیم حاصل کرنا ممکن تھا لیکن علی میاں کے دور میں یہ محض دیو بندی مکتب فکر کی درس گاہ قرار پائی۔

ندوۃ العلماء اور اس پر مصنف "نزھۃ الخواطر" گھرانہ کی گرفت واثرات کا کسی قدر تعارف قارئین کی نذر کرنے کے بعد اب واپس اصل موضوع یعنی "نزھۃ الخواطر" کی طرف آتے ہیں۔

تجاویز

ڈاکٹر قدرت اللہ نے تجویز کیا کہ ’’’’نزھة الخواطر‘‘ کی نویں جلد کے طور پر تکملہ وذیل لکھنے کی حاجت ہے، جس میں چودھویں صدی ہجری کے ان مشاہیر کے احوال درج کیے جائیں جو آٹھویں جلدی میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں، کیونکہ مصنف نے اس دوران وفات پائی۔ گو مصنف کے فرزند ابوالحسن ندوی نے آٹھویں جلد کی تکمیل کر کے یہ خلا بھرنے کی کوشش کی لیکن مصنف کی زندگی میں جو افراد زندگی کے ابتدائی مراحل میں تھے اور بعدازاں اس صدی کے مشاہیر میں سے ہوئے ان کے احوال پر استاذ ابوالحسن ندوی نے بھی قلم آگے نہیں بڑھایا جو خاصا بڑا کام ہے۔ لیکن ہم پر واجب ٹھہرا کہ اس عمل کو آگے بڑھائیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ نویں جلد کی تالیف کے لئے استاذ ابوالحسن ندوی وقت نکال پائیں گے یا نہیں اور بصورت دیگر یہ کام کسی دوسرے کے قلم سے انجام پانا مقرر ہے‘‘۔(۱۱۱)

اور’’نزھة الخواطر‘‘ کے بارے میں احقر کاتب سطور کی تجاویز یہ ہیں:۔

○ اس کے مکمل متن پر تحقیق وتصحیح کی ضرورت ہے۔ اس میں درآئی مذکورہ بالا نیز دیگر اغلاط کو حواشی کی مدد سے درست کیا جائے۔

○ اگر کسی شخصیت کے تذکرہ میں کسی اہم خوبی و وصف یا زندگی کا کوئی خاص واقعہ درج ہونے سے رہ گیا ہے تو حاشیہ میں بیان کیا جائے۔

○ جن شخصیات کے احوال میں ان کی تصانیف کے نام پیش کیے گئے ہیں، اس

پہلو کو قارئین کے لئے مزید مفید بنایا جائے اور مذکورہ کتب کی زبان، اشاعت اور بصورت دیگر قلمی نسخہ کے وجود کی اطلاع، اور اگر کسی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس کا ذکر کیا جائے۔

○ جن مشاہیر کے حالات مختلف وجوہات کی بنا پر ''نزھة الخواطر'' میں شامل ہونے سے رہ گئے، انہیں قلم بند کر کے ہر صدی سے متعلق حصہ کے آخری صفحات پر بطور تکملہ وضمیمہ شامل کئے جائیں۔

○ جدید طرز کی فھارس واشاریہ مرتب کر کے آخری جلد کے طور پر پیش کیا جائے۔

آخر میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مشہور محقق وسوانح نگار، اُردو فارسی عربی میں متعدد کتب کے مصنف و مترجم قرآن مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (وفات ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) ''نزھة الخواطر'' کا ذیل وتکملہ لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، جس کے لئے بنیادی خاکہ بھی تیار کرایا تھا لیکن طبیعت کی ناسازی اور پھر وفات کی وجہ سے اس پر عمل نہ کر سکے۔ وفات کے آخری ایام تک یہ منصوبہ ان کے ذہن میں تھا۔ چنانچہ احقر کے نام اپنے آخری خط میں جو ان کی وفات کے بعد موصول ہوا اس میں بھی ارادے کا ذکر کیا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) تذکرہ علمائے ہند، مولانا رحمان علی، فارسی سے اُردو ترجمہ از پروفیسر محمد ایوب قادری، پہلی اشاعت ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، صفحہ ۳۲ تا ۶۱،۳۳۔

(۲) تذکرہ علمائے ہند، صفحہ ۳۲/ نزھة الخواطر، صفحہ ۱۲۶۹۔

(۳) الفهرس المختصر لمخطوطات مكتبة الحرم المكى الشريف ، شیخ محمد بن سید احمد بن مطیع الرحمٰن، شیخ عادل بن جمیل بن عبدالرحمٰن عید، پہلی اشاعت ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء مکتبہ شاہ فہد ریاض، جلد۳، صفحہ ۱۱۰۸۔

(۴) فهرس مكتبة العلامة السيد محمد صادق بحر العلوم ، شیخ احمد علی مجید الحلی ، اشاعت ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء مؤسسة تراث الشيعة، قم، صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۷۔

(۵) حلية البشر کے تعارف پر مضمون بعنوان "تیرہویں صدی ہجری کے مشاہیر کا اہم عربی تذکرہ" ماہنامہ "نورالحبیب" بصیر پور میں تین اقساط میں مطبوع ہے۔ شمارہ جون ۲۰۰۸ء صفحہ ۴۳ تا ۵۶، شمارہ جولائی صفحہ ۴۵ تا ۵۷، شمارہ اگست صفحہ ۴۷ تا ۶۴۔

(۶) الاعلام الشرقية کے تعارف پر مضمون بعنوان "چودھویں صدی ہجری کے مشاہیر کا اہم عربی تذکرہ" نورالحبیب، شمارہ مئی ۲۰۰۷ء صفحہ ۵۵ تا ۴۷۔

(۷) موسوعة الادباء و الكتاب السعوديين ' خلال مائه عام، شیخ احمد سعید بن سلم' دوسری اشاعت ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء نادى المدينة المنورة الادبى مدینہ منورہ' جلد۴ صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۸۔

(۸) الشيخ عبدالرحمن المعلمى وجهوده فى السنة ورجالها، شیخ منصور بن عبدالعزیز سماری، پہلی اشاعت ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء دار ابن عفان الخبر ، صفحہ ۸۶۔

(۹) ڈاکٹر محمد سالم کرنکوی کا قدیم نام فریٹس کرنکو FRITZ KRENKOW تھا۔ وہ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں شمال جرمنی کے شہر شبزگ میں پیدا ہوئے۔ پھر انگلینڈ ہجرت کی اور ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء میں وہاں کے شہر کیمبرج میں وفات پائی۔ مشرقی علوم نیز عربی وفارسی زبانوں کے ماہر تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر نیز دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد سے وابستہ رہے۔ متعدد عربی کتب پر تحقیق انجام دے کر شائع کرائیں۔ اسلام قبول کیا اور محمد سالم کرنکوی نام اختیار کیا۔ (انٹرنیٹ)

(۱۰) یوحنا ابکاریوس کے حالات: الاعلام' شیخ خیر الدین بن محمود زِرِکلی، سترہویں اشاعت ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء دار العلم للملایین بیروت' جلد ۸ صفحہ ۲۱۱/ معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ، یوسف بن الیان سرکیس، سال اشاعت درج نہیں، قدیم اشاعت کا عکس، دار صادر بیروت' جلد ۱ صفحہ ۲۴ تا ۲۵/ معجم المؤلفین، شیخ عمر رضا کحالہ، پہلی کمپیوٹر کمپوز اشاعت ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جلد ۴ صفحہ ۱۳۹/ فیض الملک الوھاب'' جلد ۳ صفحہ ۲۰۱۶۔

(۱۱) رجال السندو الھند، دوسری اشاعت،، صفحہ ۱۲ تا ۱۳۔

(۱۲) تذکرہ علمائے ہند،، صفحہ ۶۵۔

(۱۳) تذکرہ علمائے ہند،، صفحہ ۳۳۔

(۱۴) تذکرہ علماء اہل سنت، مولانا محمود احمد کانپوری، دوسری اشاعت ۱۹۹۲ء سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد،، صفحہ ۱۴۔

(۱۵) مرآۃ التصانیف، مولانا حافظ محمد عبد الستار قادری چشتی' پہلی اشاعت ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء مکتبہ قادریہ لاہور، جلد ۱ صفحہ ۹۔

(۱۶) مآثر الکرام مولانا غلام علی آزاد بلگرامی' فارسی سے اُردو ترجمہ از مولانا شاہ محمد خالد میاں فاخری، پہلی اشاعت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء دائرۃ المصنفین کراچی، صفحہ ۳۷۔

(۱۷) منتخب مضامین، مولفہ حکیم سید محمود احمد برکاتی، انتخاب ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، اشاعت ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، مضمون بعنوان ''حیات مولانا

عبدالحئی پر ایک نظر''صفحہ۳۴۱ تا ۳۵۹۔

(۱۸) تذکرہ علمائے پنجاب، ۱۲۰۱ھ......۱۴۰۰ھ ڈاکٹر اختر راھی، دوسری اشاعت ۱۹۹۸ء مکتبہ رحمانیہ لاہور، جلد ۱ صفحہ ۳۳ تا ۳۴۔

(۱۹) من اقطاب الامة فی القرن العشرین 'شیخ محمد خالد ثابت، دوسری اشاعت ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء دار المقطم قاہرہ، صفحہ ۷۳، ۷۴ تا ۷۵، ۷۶۔

(۲۰) العلامة السید عبدالحئی الحسنی، ڈاکٹر سید قدرت اللہ حسینی، پہلی اشاعت ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء دار الشروق جدہ، صفحہ ۲۰۲ تا ۲۵۰۔

(۲۱) الزواجر عن اقتراف الکبائر، علامہ شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر ھیتمی مکی شافعی (وفات ۹۷۴ھ/ ۱۵۶۷ء) کی تصنیف اور پہلی بار ۱۲۸۴ھ/ ۸۔۱۸۶۷ء میں مطبع بولاق قاہرہ میں چھپی (معجم المطبوعات العربیة و المعربة، جلد ۱ صفحہ ۸۲ تا ۸۳)۔

(۲۲) العلامة السید عبدالحئی الحسنی، صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۹۔

(۲۳) تذکرہ علمائے ہند، حاشیہ، صفحہ ۱۶۲۔

(۲۴) لباب المناسك وعباب المسالك المشهور به المنسك المتوسط، مولانا رحمت اللہ سندھی، تحقیق شیخ عبدالرحیم بن محمد بن ابوبکر الملا احسائی، دوسری اشاعت ۱۴۲۱/ ۲۰۰۰ء دار قرطبہ بیروت، مقدمہ محقق صفحہ ۲۰ تا ۲۱۔

(۲۵) لباب المناسك، صفحہ ۱۷ تا ۱۹۔

(۲۶) لباب المناسك، صفحہ ۶۰۔

(۲۷) الامام الفقیه المحدث الشیخ محمد عابد السندی الانصاری، رئیس علماء المدینة المنورة فی عصره، شیخ سائد بکداش، پہلی اشاعت ۱۴۲۳ھ دار البشائر الاسلامیة بیروت، صفحہ ۴۸۷ تا ۴۹۲۔

(۲۸) تذکرہ علماء اہل سنت، صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۰/ نزھة الخواطر، صفحہ ۱۲۹۱ تا ۱۲۹۲۔

(۲۹) جهود فقهاء حضر موت فی خدمة المذهب الشافعی' ڈاکٹر شیخ محمد بن

ابوبکر باذیب، پہلی اشاعت ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء دار الفتح عمان اردن، جلد۲ صفحہ ۱۰۰۹۔

(۳۰) العلامة السید عبدالحئی الحسنی، صفحہ ۲۴۸۔

(۳۱) العلامة السید عبدالحئی الحسنی، صفحہ ۲۴۷۔

(۳۲) تراجم علماء الشافعیة فی الدیار الهندیة، دوسری اشاعت صفحہ ۹۴، ۱۰۸۔

(۳۳) رحلة ابن بطوطة المسماة تحفة النظار فی غرائب الامصار وعجائب الاسفار، شیخ محمد بن عبداللہ ابن بطوطہ تحقیق شیخ عبدالهادی تازی، مطبوعات اکادیمیة رباط، جلد۳ صفحہ ۱۷۔

(۳۴) رحلة ابن بطوطة، جلد۱ صفحہ ۱۸۶، جلد۳ صفحہ ۷۷، ۹۰، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۸۸تا۱۸۹، ۲۰۲۔

(۳۵) رحلة ابن بطوطة جلد۴ صفحہ ۱۰۴۔

(۳۶) فهرس مخطوطات المکتبة الخالدیة القدس، ڈاکٹر نظمی امین جعبہ، خضر ابراہیم سلامہ، اشاعت ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء، مؤسسة الفرقان للتراث الاسلامی لندن، صفحہ ۴۷۹۔

(۳۷) خلاصة الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، شیخ محمد امین بن فضل اللہ محبی، تحقیق شیخ محمد حسن اسماعیل، پہلی اشاعت ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ھ دار الکتب العلمیة بیروت، جلد۱ صفحہ ۱۸۵تا۱۸۶، ۵۱۶تا۵۱۸ جلد۴ صفحہ ۱۸۳تا۱۸۸۔

(۳۸) خلاصة الاثر، جلد۱ صفحہ ۵۳۰۔

(۳۹) فهرس المخطوطات العربیة بجامعة علیگره الاسلامیة، الهند، ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر قاسم سامرائی، اشاعت ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء مؤسسة الفرقان للتراث الاسلامی لندن، جلد۲ صفحہ ۳۱۶تا۳۱۷۔

(۴۰) صوفی محمد عبداللہ، حالات خدمات آثار، علامہ محمد اسحاق بھٹی، پہلی اشاعت ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء ناشرین لاہور، صفحہ ۶۸۔

(۴۱) فیض الملک الوھاب، جلد۲ صفحہ ۱۴۲۴۔

(۴۲) فیض الملک الوھاب، جلد ا صفحہ ۷۶۵ تا ۷۶۶۔

(۴۳) فیض الملک الوھاب، جلد ا صفحہ ۷۷۱ تا ۷۷۲۔

(۴۴) معجم المطبوعات العربیة فی شبه القارة الھندیة الباکستانیة، ڈاکٹر احمد خان، پہلی اشاعت ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء مکتبہ شاہ فہد ریاض، صفحہ ۲۷۲۔

(۴۵) جہان امان ربانی، متعدد اہل قلم کے مضامین کا مجموعہ، پہلی اشاعت ۱۴۲۵ھ/ 2005ء، امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی، جلد ۶ صفحہ ۷۹ تا ۸۰۔

(۴۶) ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، شمارہ ۵ جولائی ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۲۔

(۴۷) النور و البھاء فی اسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء، مولانا سید ابی الحسین احمد نوری مارھروی، مطبوع ضمن سالانہ مجلّہ ''خلیل علم'' حیدر آباد سندھ' شمارہ شوال ۱۴۲۱ھ/ جنوری ۲۰۰۱ء۔

(۴۸) مولانا حکیم سید برکات احمد' سیرت اور علوم' مولانا حکیم محمود احمد برکاتی، پہلی اشاعت ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء برکات اکیڈمی کراچی، صفحہ ۴۷۔

(۴۹) مولانا حکیم سید برکات احمد، صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۵۔

(۵۰) فہرست نسخہ ھائی خطی کتاب خانہ گنج بخش، احمد منزوی، اشاعت ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد' جلد ۲ صفحہ ۵۶۱ تا ۵۶۲۔

(۵۱) الدعوة الی اللہ فی اقطار مختلفة، ڈاکٹر محمد تقی الدین ھلالی، پہلی اشاعت ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء مکتبہ صحابہ شارقہ، صفحہ ۱۷۶۔

(۵۲) تاریخ الاولیاء، مولانا سید امام الدین احمد گلشن آبادی، پہلی جلد پہلی اشاعت ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۵ء مطبع مرغوب بمبئی صفحہ ۴۷۶ تا ۴۷۹۔

(۵۳) اعلام المکیین من القرن التاسع الی القرن الرابع العشر الھجری، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن معلمی، پہلی اشاعت ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء مؤسسة الفرقان للتراث الاسلامی لندن، جلد ا، صفحہ ۴۳۳/ المختصر من کتاب نشر

النورو الزهر فی تراجم افاضل مکة، من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر، شیخ عبداللہ بن احمد ابوالخیر مرداد شہید کی تصنیف کا اختصار وترتیب از شیخ محمد سعید عامودی وشیخ احمد علی بن اسد اللہ کاظمی، دوسری اشاعت ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء عالم المعرفة جده، صفحہ ۸۹/ فیض الملك الوهاب، جلد ۱، صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۸۔

(۵۴) تذکرہ علمائے ہند، حاشیہ صفحہ ۳۷۷۔

(۵۵) تذکرہ علمائے ہند، حاشیہ صفحہ ۳۸۶۔

(۵۶) اعلام المکیین جلد ۱ صفحہ ۴۴۲ تا ۴۴۳/ فیض الملك الوهاب، جلد ۳ صفحہ ۱۹۹۲/ مختصر نشر النور، صفحہ ۵۱۷۔

(۵۷) حدائق الحنفیہ، مولانا فقیر محمد جہلمی، ترتیب جدید وحواشی وتکملہ از خورشید احمد خان' چوتھی اشاعت' ۱۹۷۷ء یا اس کے بعد چھپی، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ لاہور، صفحہ ۲۳۔

(۵۸) تذکرہ علماء اہل سنت، صفحہ ۲۲۱۔

(۵۹) الفتاوى السعدية فی الفروع الحنفية، مفتی محمد سعد اللہ مراد آبادی، مرتب مفتی محمد لطف اللہ مراد آبادی، اشاعت ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء مطبع مجتبائی دہلی، صفحہ ۱۰۔

(۶۰) فیض الملك الوهاب، جلد ۳ صفحہ ۱۸۸۰ تا ۱۸۸۲۔

(۶۱) تذکرہ اکابر اہل سنت، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، دوسری اشاعت، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء فرید بک سٹال لاہور، صفحہ ۴۵۴ تا ۴۵۸۔

(۶۲) ابجد العلوم، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، پہلی اشاعت ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء دار ابن حزم بیروت، صفحہ ۱۰۷۔

(۶۳) تذکرہ محدث سورتی، خواجہ رضی حیدر، پہلی اشاعت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء سورتی اکیڈمی کراچی، صفحہ ۱۲۷ تا ۱۳۵/ الفقیہ، شمارہ ۵ جولائی ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۱ تا ۱۲۔

(۶۴) الفتاوىٰ السعدية، صفحہ ۸۔

(۶۵) الاعلام، جلد ۷ صفحہ ۳۳۴۔

(۶۶) مختصر نشر النور، صفحہ ۱۱۹۔

(۶۷) عقد الیواقیت الجوھریۃ و سمط العین الذھبیۃ بذکر طریق السادۃ العلویۃ ' شیخ سید عیدروس بن عمر حبشی، تحقیق شیخ محمد بن ابوبکر باذیب، پہلی اشاعت ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء دار العلم و الدعوۃ تریم، جلد۲ صفحہ ۱۰۱۶، ۱۰۱۸ تا ۱۰۲۰/ معجم المطبوعات العربیۃ و المعربۃ، جلد۲ صفحہ ۱۳۹۹۔

(۶۸) سند المصافۃ الجنیۃ کے لئے دیکھیں: الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ و المدینۃ 'مولانا احمد رضا خان بریلوی' پہلی اشاعت 'مصنف کی زندگی میں چھپی' سال تالیف ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء مطبع نادری بریلی، صفحہ ۳۶ تا ۳۲/ اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث و الفقیہ ، وھو القسم الثانی من کتاب، الانتباہ من سلاسل اولیاء اللہ و اسانید وارثی رسول اللہ ﷺ ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، تحقیق علامہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، پہلی اشاعت ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء مکتبہ سلفیہ لاہور، صفحہ ۹۶/ النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اشاعت ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میر محمد کتب خانہ کراچی، ضمن مجموعہ، صفحہ ۶۸/ النو رو البھاء، صفحہ ۱۵۷۔

(۶۹) ماہنامہ ''نور الاسلام' قاہرہ، شمارہ شعبان ۱۳۴۹ھ/ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۳۹ تا ۶۴۰۔

(۷۰) النھضۃ الاسلامیۃ فی سیرا علامھا المعاصرین ، ڈاکٹر محمد رجب بیومی، پہلی اشاعت ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء دار القلم دمشق، جلد۵ صفحہ ۲۹۴ تا ۳۰۷۔

(۷۱) ممالک عربیہ اور ایران کا سفر نامہ، مولانا محمد عبد الحامد بدایونی، پہلی اشاعت ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء مرکزی انجمن تبلیغ الاسلام کراچی، صفحہ ۱۰ تا ۱۱۔

(۷۲) العلامۃ السید عبدالحئی الحسنی ، صفحہ ۱۵۷۔

(۷۳) ابو الحسن علی الحسنی الندوی، عبد الماجد غوری حیدر آبادی ندوی پہلی اشاعت ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء دار ابن کثیر دمشق، صفحہ ۴۱ تا ۴۲۔

(۷۴) معلوم رہے علامہ ابوالکلام آزاد کے والد کے احوال و آثار پر ماہنامہ ''نعت'' لاہور

کا خاص شمارہ فروری ۲۰۰۵ء ''مولانا خیر الدین اور ان کی نعت گوئی'' عنوان سے ۱۲۸ صفحات پر ہے۔

(۷۵) محدث بریلوی، مولانا ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی، پہلی اشاعت ۱۹۹۳ء۔

(۷۶) فهرس المخطوطات العربية بجامعة عليگره، جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ تا ۳۸۵۔

(۷۷) فهرس المخطوطات العربية بجامعة عليگره، جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ تا ۲۶۵۔

(۷۸) معجم ما الف عن مكة، ڈاکٹر عبدالعزیز بن راشد سنیدی، پہلی اشاعت ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء مصنف نے قصیم سعودی عرب سے شائع کی، صفحہ ۴۲۲۔

(۷۹) معجم المطبوعات العربية والمعربة، جلد ۲ صفحہ ۱۷۶۳ تا ۱۷۶۴۔

(۸۰) معجم المطبوعات العربية فی شبه، صفحہ ۲۹۷۔

(۸۱) تذکرہ علمائے ہند، حاشیہ صفحہ ۲۰۹۔

(۸۲) تذکرہ علماء اہل سنت، صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۵۔

(۸۳) تذکرہ اکابر اہل سنت، صفحہ ۴۵۳۔

(۸۴) تذکرہ علمائے اہل سنت، صفحہ ۲۶۰/ تذکرہ محدث سورتی، صفحہ ۱۹۲۔

(۸۵) تذکرہ علمائے پنجاب، صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۱۔

(۸۶) خانقاہی نظام، مولانا نور احمد خان فریدی، سال اشاعت درج نہیں، البتہ مصنف کی زندگی میں چھپی، قصر الادب رائٹر کالونی ملتان، صفحہ ۷۷ تا ۸۰۔

(۸۷) ملتان اور مؤرخین، مولانا نور احمد خان فریدی، سال اشاعت درج نہیں غالباً ۱۹۸۵ء قصر الادب ملتان، صفحہ ۲۲ تا ۲۴۔

(۸۸) حدائق الحنفیہ، صفحہ ۲۰۔

(۸۹) یاد رہے رائے بریلی اور بریلی، ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے دو الگ الگ شہر و اضلاع ہیں۔ اوّل الذکر یعنی رائے بریلی، لکھنؤ سے جنوب مشرق میں تقریباً اسّی [۸۰] کلومیٹر فاصلہ پر اور سید احمد رائے بریلوی بالا کوٹی نیز صاحب کتاب ''نزهة الخواطر'' کا وطن اس سے محض تین کلومیٹر پر ہے۔ جبکہ بریلی نامی شہر لکھنؤ

سے شمال میں تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر دور اور مشہور عالم مولانا احمد رضا خان بریلوی کا وطن ہے۔

(۹۰) عبدالحئی نامی دو علماء ایک ہی دور میں لکھنؤ شہر میں ہو گزرے ہیں۔ ایک مولانا محمد عبدالحئی بن محمد عبدالحلیم لکھنوی فرنگی محلی جو ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء میں وفات پائی۔ اُردو و عربی میں بکثرت تصانیف جن میں الفوائد البهية فی تراجم الحنفية وغیرہ کتب ہیں۔ اور دوسرے علامہ سید حکیم عبدالحئی ندوی مصنف ''نزهة الخواطر'' جو عبدالحئی فرنگی محلی کی نماز جنازہ میں حاضر تھے۔ (صفحہ ۱۲۷۰)

(۹۱) نذیر نامی دو مشہور علماء ایک ہی دور کی دہلی میں تھے۔ ایک سید نذیر حسین دہلوی جو ''معیار الحق'' نامی کتاب کے مصنف اور شاگردوں میں صاحب ''نزهة الخواطر'' نیز ہندوستان وخطہ نجد کے متعدد غیر مقلدین علماء کے نام ہیں۔ دوسرے ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (وفات ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء) جنہوں نے قرآن کریم کا اُردو ترجمہ کیا نیز توبة النصوح، مرأة العروس وغیرہ اصلاحی ناول ہیں۔ ''نزهة الخواطر'' میں دونوں کے حالات درج ہیں۔ (صفحہ ۱۳۸۹ تا ۱۳۹۳)۔

(۹۲) علامہ حکیم عبدالحئی ندوی کے حالات: العلامة السيد عبدالحئی الحسنی، ڈاکٹر قدرت اللہ حسینی، پہلی اشاعت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، دار الشروق جدہ، صفحات ۳۲۵/ علماء العرب فی شبه القارة الهندية، شیخ یونس بن ابراہیم سامرائی، پہلی اشاعت ۱۹۸۶ء وزارت اوقاف بغداد، صفحہ ۸۴ تا ۸۶/ نثر الجواهر والدرر فی علماء القرن الرابع عشر، ڈاکٹر یوسف مرعشلی، پہلی اشاعت ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء دار المعرفة بیروت، جلد ۱ صفحہ ۶۵۳/ الاعلام، جلد ۳ صفحہ ۲۹۰/ معجم المؤلفين، جلد ۲ صفحہ ۶۸/ نزهة الخواطر، صفحہ ۲۳ تا ۲۸، ۱۳۲۴۔

(۹۳) علامہ ابوالحسن ندوی کی عربی اسلامی ادب، خدمات پر عبداللہ بن صالح بن سلیمان

وشمی نے ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء میں ابن سعود یونیورسٹی ریاض سے ایم فل کیا۔ ان کا مقالہ ''جهود ابی الحسن الندوی النقدية فی الادب الاسلامی ، قرأة تصحيحية'' عنوان سے پہلی بار ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء میں مکتبہ الرشد ریاض نے ۶۰۳ صفحات پر شائع کیا/ اور ان کے حالات پر مزید سات مطبوعہ عربی کتب کے مصنفین کے نام یہ ہیں۔ نذر حفیظ ندوی ازہری، محمد طارق زبیر ندوی، عبدالماجد غوری ندوی، ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی' ڈاکٹر یوسف قرضاوی' ڈاکٹر محمد اکرم ندوی' حبیب الرحمٰن ندوی' نیز اتمام الاعلام ، ڈاکٹر نزار اباظہ' محمد ریاض مالح' دوسری اشاعت ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء دار الفکر دمشق، جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۸/ ذیل الاعلام ، احمد علاونہ' پہلی اشاعت ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء دار المنارة جده، جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲/ عقد الجوهر فی علماء الربع الاول من القرن الخامس عشر' ڈاکٹر یوسف مرعشلی ، اسی مصنف کی مذکورہ تصنیف کے آخر میں مطبوع ہے، جلد ۲ صفحہ ۱۹۸۵ تا ۱۹۸۷/ علماء و مفكر و ن عرفتهم' شیخ محمد مجذوب' چوتھی اشاعت ۱۹۹۲ء دار الشواف قاہرہ' جلد ۱ صفحہ ۱۳۵ تا ۱۵۴/ علماء العرب فی شبه القارة الهندية، صفحہ ۷۰۹ تا ۷۱۱۔

(۹۴) تذکرہ محدث سورتی، صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۴۔

(۹۵) تذکرہ محدث سورتی، صفحہ ۱۲۰۔

(۹۶) علامہ رشید رضا مصری کے سفر ہند کی مختصر روداد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر عبدالحق حقی اعظمی بغدادی (وفات ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء) نے قلم بند کی' جو ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں ہی ''الكهف و الرقيم فی ملخص رحلة المصلح العظيم و المجدد الحكيم '' نام سے علی گڑھ سے چھپی۔ نیز رشید رضا نے خود بھی لکھی، جو قاہرہ سے ان کے جاری کردہ ماہنامہ ''المنار'' میں ۱۹۱۳ء کے تین شماروں میں چھپی۔ اب ڈاکٹر یوسف ایبش نے ان کے تمام سفر نامے جمع کر کے تحقیق انجام دی، جنہیں ''رحلات الامام محمد رشید رضا '' نام سے بدر پبلی کیشنز بیروت

نے ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں ۳۰۲ صفحات پر شائع کیا۔ جس میں سفر ہند کی روداد صفحہ ۶۱ تا ۷۲ پر درج، جو المنار سے ماخوذ ہے۔

(۹۷) تذکرہ محدث سورتی، صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۲۔

(۹۸) علامہ مودودی کو عربی زبان میں تصنیف وتالیف نیز گفتگو میں کمال حاصل نہ تھا اور علامہ مسعود عالم ندوی (وفات ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء) پھر علامہ محمد عاصم حداد (وفات ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء) بعدازاں علامہ خلیل احمد حامدی (وفات ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء) ان کے مترجم رہے نیز تینوں نے مصنفات مودودی کو عربی میں منتقل کیا۔ جبکہ ان دنوں عبدالغفار عزیز جماعت اسلامی پاکستان کے عربی زبان کے ترجمان ونمائندہ ہیں۔

(۹۹) رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام، علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی، پہلی اشاعت ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء دار القلم دمشق، جلد ۱ صفحہ ۹۷ تا ۳۱۵۔

(۱۰۰) الشیخ ابو الحسن الندوی کما عرفتہ 'ڈاکٹر یوسف قرضاوی' پہلی اشاعت ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء دار القلم دمشق بیروت، صفحات ۲۲۰۔

(۱۰۱) رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام، جلد ۱، صفحہ ۳۸۹ تا ۴۳۵۔

(۱۰۲) القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ ' شیخ حمود بن عبداللہ تویجری' پہلی اشاعت ۱۴۱۴ء/ ۱۹۹۳ء دار الصمیعی ریاض، صفحہ ۱۳۷ تا ۱۴۷۔

(۱۰۳) مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی' چوتھی اشاعت ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی، صفحہ ۴۶، ۵۰، ۱۰۱۔

(۱۰۴) مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، صفحہ ۱۰۳۔

(۱۰۵) WWW.CB.RAYAHEEN.NET

(۱۰۶) سالنامہ "معارف رضا" کراچی، شمارہ ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۱۔

(۱۰۷) ایام فی بلاد الشام' ڈاکٹر محمد اکرم ندوی' پہلی اشاعت ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء دار التربیۃ دمشق، صفحہ ۲۸ تا ۲۹۔

(۱۰۸) WWW.DD-SUNNAH.NET

(۱۰۹) فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین ، بریلی، بمبئی، لاہور اور استنبول سے بارہا شائع ہوئی اور ''رسائل رضویہ'' کی جلد اوّل صفحہ ۵۲ تا ۲۷۵ پر اُردو ترجمہ بھی ساتھ مطبوع ہے۔ جو مکتبہ حامدیہ لاہور نے ۱۹۸۸ء میں دوسری بار شائع کئے۔

(۱۱۰) فی مسیرۃ الحیاۃ، علامہ ابوالحسن علی میاں ندوی، پہلی اشاعت ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء دار القلم دمشق، جلد ا، صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۳، ۲۵۱۔

(۱۱۱) العلامۃ السید عبدالحئی الحسنی، صفحہ ۲۵۰۔

مصنف کی دیگر مطبوعہ تصانیف

۱۔ تاریخ الدولۃ المکیۃ (بہاء الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال)

۲۔ درود وسلام کی چند عربی کتب (بہاء الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال)

۳۔ دلائل الخیرات کی سند نعیمی (فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور ضلع اوکاڑا)

۴۔ دمشق کے غلاییینی علماء (بہاء الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال)

۵۔ علماء مکہ مکرمہ کے حالات پر عربی کتب (بہاء الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال)

۶۔ فضیلۃ الشیخ محمد علی مراد (بہاء الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال)

۷۔ محدث اعظم حجاز کی وفات اور سعودی صحافت (فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور ضلع اوکاڑا)

۸۔ مکہ مکرمہ کے عجیمی علماء (بہاء الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال)

۹۔ مکہ مکرمہ کے کتبی علماء (فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور ضلع اوکاڑا)

۱۰۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عرب مشائخ (مسلم کتابوی، لاہور)

۱۱۔ براہین قاطعہ۔ پس منظر، مندرجات، ردعمل (مسلم کتابوی، لاہور)

۱۲۔ شیخ الازہر عبداللہ شرقاوی (فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور ضلع اوکاڑا)

۱۳۔ مفتی اعظم مصر سید احمد طحطاوی حنفی (فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور ضلع اوکاڑا)

قابلِ مُطالعہ کتابیں

Email:muslimkitabevi@gmail.com